بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

بدر

ہفت روزہ

قادیان

ادارۂ تحریر

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

نائب ایڈیٹر:- خورشید احمد انور

زرِ اشتراک

سالانہ ۸ روپے

ممالکِ غیر ۱۵ روپے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراجِ منیر ہیں جو دوسروں کو روشن کرتا ہے

اپنی روشنی کا اثر ڈال کر دوسروں کو اپنی مانند بنا دیتا ہے

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"مسلمانوں میں سے سخت نادان اور بدقسمت وہ لوگ ہیں جو ...... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ابدی فیض سے ایسا اپنے تئیں محروم جانتے ہیں کہ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ زندہ چراغ نہیں ہیں بلکہ مُردہ چراغ ہیں جن کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن نہیں ہو سکتا۔ وہ اقرار رکھتے ہیں کہ موسیٰ نبی زندہ چراغ تھا جس کی پیروی سے صدہا عدہا نبی چراغ ہو گئے اور مسیح اس کی پیروی تیس برس تک کر کے اور توریت کے احکام کو بجا لا کر اور موسیٰ کی شریعت کا جؤا اپنی گردن پر لے کر نبوت کے انعام سے مشرف ہوا۔ مگر ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کسی کو کوئی روحانی انعام عطا نہ کر سکی بلکہ ایک طرف تو آپ حسب آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ اولادِ نرینہ سے جو ایک جسمانی یادگار تھی محروم رہے اور دوسری طرف روحانی اولاد بھی آپ کو نصیب نہ ہوئی جو آپ کے روحانی کمالات کی وارث ہوتی اور خدا تعالیٰ کا یہ قول وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ بے معنے رہا۔ ظاہر ہے کہ زبانِ عرب میں لٰکِن کا لفظ استدراک کیلئے آتا ہے یعنی جو امر حاصل نہیں ہو سکا اس کے حصول کی دوسرے پیرایہ میں خبر دیتا ہے۔ جس کے رو سے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہو گی۔ اور آپ نبیوں کے لئے مُہر ٹھہرائے گئے ہیں۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مُہر کے کسی کو حاصل نہیں ہو گا۔ غرض اس آیت کے یہ معنے تھے جن کو اُلٹا کر نبوت کے آئندہ فیض سے انکار کر دیا گیا۔ حالانکہ اس انکار میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی سراسر مذمت اور منقصت ہے۔ کیونکہ نبی کا کمال یہ ہے کہ دوسرے شخص کو ظلّی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کر دے اور روحانی امور میں اس کی پوری پرورش کر کے دکھلاوے۔ اسی پرورش کی غرض سے نبی آتے ہیں اور ماں کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لے کر خداشناسی کا دودھ پلاتے ہیں پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دودھ نہیں تھا تو نعوذ باللہ آپ کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی مگر خدا تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں آپ کا نام سراجِ منیر رکھا ہے جو دوسروں کو روشن کرتا ہے اور اپنی روشنی کا اثر ڈال کر دوسروں کو اپنی مانند بنا دیتا ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم میں فیضِ روحانی نہیں تو پھر دنیا میں آپ کا مبعوث ہونا ہی عبث ہوا۔ اور دوسری طرف خدا تعالیٰ بھی دھوکا دینے والا ٹھہرا جس نے دعا تو یہ سکھلائی کہ تم تمام نبیوں کے کمالات طلب کرو مگر دل میں ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ یہ کمالات دیئے جائیں گے۔ بلکہ یہ ارادہ تھا کہ ہمیشہ کے لئے اندھا رکھا جائے گا۔

لیکن اے مسلمانو! ہشیار ہو جاؤ کہ ایسا خیال سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ اگر اسلام ایسا ہی مُردہ مذہب ہے، تو کس قوم کو تم اس کی طرف دعوت کر سکتے ہو کیا اس مذہب کی لاش جاپان لے جاؤ گے یا یورپ کے سامنے پیش کرو گے اور ایسا کون بے وقوف ہے جو ایسے مُردہ مذہب پر عاشق ہو جائیگا۔ جو بمقابلہ گذشتہ مذہبوں کے ہر ایک برکت اور روحانیت سے بے نصیب ہے، گذشتہ مذہبوں میں عورتوں کو بھی الہام ہوا جیسا کہ موسیٰؑ کی ماں اور مریمؑ کو۔ مگر تم مرد ہو کر ان عورتوں کے برابر بھی نہیں بلکہ اے نادانو!! اور آنکھوں کے اندھو!!! ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سیّد و مولیٰ (اس پر ہزار ہا سلام) اپنے افاضہ کے رو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں کیونکہ گذشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آ کر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مُردے ہیں کوئی زندگی نہیں مگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے"۔

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۷۲-۷۵)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے رادھا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ

ہفت روزہ بدر قادیان
جلد ۱۸ شمارہ ۲۴
۲۶؍ربیع الاوّل ۱۳۸۹ھ | ۱۲؍احسان ۱۳۴۸ ہش | ۱۲؍جون ۱۹۶۹ء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ

طبعی جذبات کا موقعہ اور محل کے مطابق اظہار خُلق کہلاتا ہے۔ اِنسان اپنے اندر مختلف قسم کے جذبات رکھتا ہے۔ مگر انسانیت کا تقاضا ہے کہ موقعہ اور محل کے مطابق اُن کا صدور ہو۔ بمقابلہ دیگر حیوانات انسان کو ہی موقعہ شناسی کا سلیقہ اور امتیاز بخشا گیا ہے۔ انسان کہلاتے ہوئے اگر وہ موقعہ اور محل کا لحاظ نہیں کرتا تو وہ حیوان ہے خواہ اس کی شکل و صورت انسانوں سے ملتی ہے۔

اگرچہ مختلف قسم کے نفسانی جوشوں اور خواہشات کو قابو میں رکھ کر زندگی کے ہر شعبہ میں صحیح لائین پر چلنا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔ چنانچہ اس مشکل پر جس قدر کسی نے زیادہ قابو پایا اُسی قدر وہ اخلاق میں بلند رتبہ پر پہنچا۔ اس سلسلہ میں سب سے بلند شان اُس بزرگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے جو اپنے اخلاق و اطوار میں ویسے ہی محمّد یعنی قابلِ تعریف ہیں جیسا کہ آپؐ کا نامِ نامی محمّد صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔ اس لئے آپ نے زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین نمونہ دکھایا اور کسی وقت بھی طبعی جوش اور ہوائے نفسانیہ سے مغلوب نہ ہوئے۔ بلکہ ایسے تمام مواقع پر کامل ضبطِ نفس اور اخلاقِ فاضلہ کا بینظیر نمونہ پیش فرمایا۔ اس طرح صحیح معنوں میں آپ ہی انسانِ کامل کہلائے!

اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس دنیا میں بھیجا ہی اِسی غرض سے تھا کہ تمام بشری تقاضوں کو پُورا کرتے ہوئے آپ اخلاقِ فاضلہ کا اعلیٰ نمونہ قائم کرتے۔ چنانچہ سورت نجم کی ابتدائی آیات اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ میں آپ کے اخلاقِ فاضلہ کو آپ کی صداقت پر زبردست ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ نیز اپنی نسبت حضور علیہ السّلام نے خود ہی فرمایا "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ" مَیں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ چونکہ یہ خاص نمبر سیرت النّبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے اِس لئے اس کی مناسبت سے ذیل میں ہم حضورؐ کے اخلاقِ فاضلہ کے کچھ درخشندہ اور تابناک گوشے مشتے از خروارے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں:۔

(۱)

حضورؐ کی زندگی کی ابتدا ہی یتیمی کی حالت سے ہوئی۔ سب جانتے ہیں کہ یتیمی اپنے ساتھ کیا کچھ بد ... لاتی ہے۔ بالخصوص جبکہ بوجہ یتیمی سر پہ ماں باپ کا سایہ نہ ہو اور گھر میں غربت ہو تو بچہ ... اخلاق و اطوار کا بگڑ جانا کچھ بعید از قیاس نہیں چنانچہ بیسیوں مثالیں ہمارے اپنے مشاہدہ ... ہیں۔ مگر قُربان جائیں اس دُرِ یتیم پر ـــــ کہ اس کی زندگی کا آغاز اسی حالت سے ہوا ... ماں باپ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پانے والے اور ہر طرح کی ناز و نعمت میں پروان چڑھنے والے بچے آپؐ کی بلند اخلاقی اور متانت کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے! سیرت مقدسہ میں اس کی متعدد مثالیں مطالعہ کی جا سکتی ہیں جن سے آپ کی سیر چشمی، زبردست صاحب وقار ہونے اور نہایت درجہ مؤدب و سلیقہ شعار ہونا واضح ہوتا ہے۔

عام مشاہدہ ہے کہ سر پر سے والدین کا سایہ اُٹھ جائے تو بالعموم بچے آوارہ ہو جاتے ہیں مگر ہمارے آقا کی ابتدائی عمر ایسے دردناک حالات سے گذری مگر نہایت سنجیدہ اور متین طبیعت پائی ... اخلاق ... ساتھ لوگوں کے دِل جیتے۔ ہمیشہ بڑوں کا ادب ملحوظِ خاطر رہا اور چھوٹوں ... رہا۔

(۲)

جوانی آئی مگر اس پر پُورا کنٹرول ـــــ!! اتنا کنٹرول کہ اس پُر آشوب زمانہ اور بد اخلاقی کے ماحول میں عِفّت و پاکدامنی کا نمونہ بنے رہے۔ اور در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری کی ضرب المثل آپ ہی کی سیرتِ طیبہ کی آئینہ دار ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے لئے آپؐ نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر دُنیا کو چیلنج بھی دیا کہ "فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ"

(۳)

ہاتھ سے کام کرنے کو کبھی موجب عار نہ جانا بلکہ اسے عزّت و شرف کا باعث قرار دیا۔ اس کے برعکس نکمے بیٹھے رہنے اور سوال کرنے کو نہایت درجہ کراہت اور ناپسندیدگی سے دیکھا۔ آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو مصروف رکھا۔ حتیٰ کہ ابتدائی عمر میں بکریاں چرانے کے معمولی کام کو بھی حقیر نہ جانا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضورؐ نے ایک تقریر میں فرمایا کہ "مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ" کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہؓ کرام نے عرض کیا "وَ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" کیا حضورؐ نے بھی ایسا کیا؟ فرمایا ہاں چند قیراط پر مکّہ والوں کی یہ خدمت بھی کرتا رہا ہوں ـــــ!!

معاملات میں دیانتداری۔ فہم و فراست اور خاص محنت کا نتیجہ تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آپ کے اخلاقِ فاضلہ کا خاص اثر ہوا اور ۴۵ سالہ بزرگ خاتون نے آپ کے حبالۂ عقد میں آنے کی درخواست کی جسے قبول فرما لیا گیا۔ اور اس رفیقۂ حیات کے ساتھ حضورؐ کی اہلی زندگی نہایت ہی خوشگوار رہی۔

(۴)

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص جسے مختلف قسم کی مصروفیات ہوں تو بسا اوقات ملنے والوں کی کثرت کے سبب چڑچڑا مزاج ہو جاتا ہے۔ کوئی صاحب حاجت کسی دوسری ضرورت کے سبب وقت بے وقت آجائے تو اس سے تنگ پڑنے لگتا ہے ـــــ! مگر حضور سرورِ دو عالم نہایت درجہ مصروف الاوقات ہیں۔ آپؐ کے مختلف النوع اشغال کا اس قدر ہجوم تھا کہ اُس کا مختصر تذکرہ ہی اِنسان کو محوِ حیرت بنا دیتا ہے اس کے باوجود آپ کی طبیعت ہمیشہ شگفتہ رہی۔ اور کبھی ملول دکھائی نہیں دئے ـــــ تھوڑی دیر کے لئے آپؐ کی مصروفیات کا تصوّر تو کیجئے:۔

● ـــ پنجگانہ نمازیں آپ پڑھاتے ہیں۔

● ـــ صحابہؓ کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ باقاعدہ جاری ہے اس میں کبھی تخلف نہیں۔ ● ـــ گھر کے کام کاج میں دلچسپی اپنی جگہ پر ہے۔ ایک دو نہیں، نو بیویوں کے حقوق کی ادائیگی، ان کے جذبات کا احترام ـــ!! ● ـــ پھر مہمان نوازی، آپ فرماتے ہیں۔ بیمار پُرسی آپ فرماتے ہیں۔ مقدمات آپ سُنتے ہیں۔ تنازعات کے فیصلے آپ کیا کرتے ہیں۔ ● ـــ جماعتی مہمات کے لئے آپؐ ہی سب پلان بناتے ہیں۔ ہر میدان سے مظفر و منصور لوٹتے ہیں۔ ● ـــ دشمنوں کے حملوں کے کامیاب مقابلے کے ساتھ ساتھ ان کی تمام تدابیر کو ناکام و نامراد بنا دیتے رہتے ہیں۔ ● ـــ غریبوں، مسکینوں۔ بیوگان کی خبر گیری آپ فرماتے ہیں۔ یتامیٰ اور مساکین کا آپ لحاظ رکھتے رہتے ہیں ـــــ اور عجیب بات ہے کہ ان سب فرائض کو بطریق احسن سرانجام دیتے ہیں کسی کو ادھورا نہیں چھوڑتے سب کو مطمئن فرماتے ہیں اور سب کی تسلی کا باعث بنتے ہیں ـــــ!!

(۵)

مہمان نوازی کے سلسلہ میں ایک واقعہ سُنئے۔ ایک دفعہ ایک غیر مسلم آپ کے یہاں بطور مہمان قیام پذیر ہوا۔ آپؐ نے رات کو اپنے ہاں جگہ دی، کھانا کھلایا، بستر دیا۔ رات کو مہمان کا معدہ بگڑا۔ بستر نجس ہو گیا۔ مہمان نواز کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے وہ صبح مُنہ اندھیرے بغیر اطلاع و اجازت چلا گیا۔ دن کے وقت آپ نے دیکھا کہ مہمان تو غائب ہے اور بستر گندا اور خراب پڑا ہے۔ آپ نے بلا تامّل اپنے دستِ مبارک سے بستر کو دھونا شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں مہمان کو یاد آگیا کہ اُس کی قیمتی تلوار حضورؐ کے دولت کدہ پر رہ گئی ہے اُسے لینے کے لئے لوٹا۔ آیا تو جونہی اس نے حضورؐ کو خود نجاست صاف کرتے دیکھا تو آپ کے عملی نمونہ کو دیکھ کر آپ کا گرویدہ بن گیا اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا ـــ!! نادان دشمن اور ناواقف معترض کہتا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ وہ

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۳ پر)

اخبارِ احمدیّہ

قادیان ۱۰؍احسان (جون) سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارے میں الفضل کے تاحال نہ ملنے کے سبب کوئی تازہ اطلاع نہیں مل سکی۔ البتہ احباب کے آمدہ خطوط سے معلوم ہُوا ہے کہ حضور بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

قادیان ۱۰؍احسان۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ مورخہ ۸؍جون کو بوقت ڈیڑھ بجے دوپہر اپنے تبلیغی دورہ سے بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے۔ آپ کے اہل و عیال بفضلہ تعالےٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

● ـــ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان مع درویشانِ کرام بخیریت ہیں۔ الحمد للہ۔

● ـــ قادیان اور اس کے مضافات میں شدّت کی گرمی پڑ رہی ہے۔

سیرت النبیؐ

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دوسری گھڑی پہلی سے بہتر رہیگی

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ایمان افروز پہلو

رشحاتِ قلم سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے سورت الضحیٰ کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے تفسیرِ کبیر میں آیتِ کریمہ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کے تحت سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا پُر لطف و ایمان افروز مضمون بیان فرمایا ہے۔ اُسے افادۂ احباب کی خاطر ذیل میں نقل کیا جاتا ہے ——— (ایڈیٹر)

حضورؓ فرماتے ہیں:-

بہت سے ترقی کرنے والے یکدم بڑھتے ہیں مگر آخر ٹھوکر کھاتے اور گر جاتے ہیں چنانچہ دیکھ لو ہٹلر۔ نپولین۔ تیمور اور سکندر سب ایسے ہیں جو دُنیا میں بڑھے اور انہوں نے ترقی کی۔ مگر آخر ناکامی پر اُن کا خاتمہ ہُوا۔ اسی طرح اور کئی بڑے بڑے لوگ دنیا میں گذرے ہیں۔ جنہوں نے حیرت انگیز ترقیات کیں مگر آخر وہ گر گئے۔ اور اُن کی تمام شہرت اور ناموری جاتی رہی۔ پھر بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بڑے ذہین ہوتے ہیں مگر آخر میں پاگل ہو جاتے ہیں یا اپنی ذہانت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب آزاد لاہور میں رہتے تھے۔ بڑے ذہین اور قابل آدمی تھے بہت بڑی علمیت کے مالک تھے مگر آخر میں ان کے دماغ میں نقص واقع ہوگیا اور یہ حالت ہو گئی کہ وہ بازار میں سے گذرتے تو لوگ اکٹھے ہو جاتے اور جب اُن سے کوئی بات کرتا تو وہ اُسے گالیاں دینے لگ جاتے۔ عالم ہوتے ہیں مگر آخر میں جاہل ہو جاتے ہیں۔ اُن کا حافظہ خراب ہو جاتا ہے۔ اور وہ علم جو انہوں نے سیکھا ہوتا ہے سب بھول جاتا ہے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو محبوب ہوتے ہیں مگر آخر وہ متروک ہو جاتے ہیں۔ بلکہ جس قدر جسمانی محبوب ہوتے ہیں اُن سب کا یہی حشر ہوتا ہے۔ جوانی میں ہر شخص اُن کی طرف دیکھتا ہے مگر جب اُن کے دانت گر جاتے ہیں، جب اُن کی کمر جھک جاتی ہے، جب اُن کے چہرہ پر جھریاں پڑ جاتی ہیں تو بدصورت سے بدصورت انسان بھی اُن کو دیکھ کر ہنستا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ کیسا بدشکل انسان ہے۔

فرانس کا ایک قصہ مشہور ہے۔ ایک شخص نے فرانس کی ایک بڑھیا عورت کو دیکھا تو اس کی شکل و صورت اور رفتار کو دیکھ کر سخت کراہت کا اظہار کیا۔ وہ اُسے اپنے ساتھ لے گئی اور اُسے ایک تصویر دکھا کر کہا کہ جانتے ہو یہ کس کی تصویر ہے؟ وہ کہنے لگا ہاں میں جانتا ہوں یہ فلاں حسین عورت کی تصویر ہے۔ میری ماں اس کی سہیلی تھی اور یہ عورت اتنی حسین اور خوبصورت تھی کہ سارا پیرس اس پر شیدا تھا۔ جب وہ یہ بات کہہ چکا تو عورت کہنے لگی یہ میری ہی تصویر ہے۔ تو کئی محبوب ہوتے ہیں مگر آخر میں مبغوض ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ہمارے رسول! تیرا یہ حال نہیں ہوگا۔ تجھ کو جو ترقیات ملیں گی وہ ہر قدم پر بڑھتی چلی جائیں گی۔ پہلے مدینہ کا گرد و نواح صاف ہوا، پھر مکہ فتح ہوا، پھر سارا عرب پھر شام اور عراق اور مصر فتح ہوئے۔ غرض ہر قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ مکہ تو آپ کے ہاتھوں پر فتح ہوا تھا مگر عراق اور مصر وغیرہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد فتح ہوئے ہیں اس لئے شاید غلطی سے یہ نام لئے گئے ہیں مگر میں نے غلطی نہیں کی۔ میں نے دیدہ و دانستہ شام اور عراق اور مصر وغیرہ کا نام لیا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کوئی کہے کہ اگر لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کے ثبوت میں عراق اور مصر وغیرہ کی فتوحات کو پیش کیا جا سکتا ہے تو پھر اس بات کا کیا جواب ہے کہ ان فتوحات کے بعد اسلام کا تنزل شروع ہو گیا اور آخرۃ اُولیٰ سے بہتر نہ رہی۔ میں اس کو بھی درست سمجھتا ہوں اور اُس کو بھی درست سمجھتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ یہ تھا کہ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہمیشہ یہ قانون رہے گا کہ اُن کی آخرت اُولیٰ سے بہتر ہوگی۔ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود رہے اسلام بڑھتا رہا اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے چھوڑ دیا اسلام کا تنزل شروع ہوگیا۔ عراق اور شام اور مصر مسلمانوں کو اسلئے ملے کہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اُن میں موجود تھے۔ بے شک جسمانی اعتبار سے آپ وفات پا چکے تھے۔ مگر رُوحانی اعتبار سے آپ کا وجود اُمّت میں موجود تھا۔ اور گو جسد عنصری کے ساتھ آپ دنیا میں زندہ نہیں تھے مگر ابوبکر رضؓ کے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ موجود تھے۔ عمر رضؓ کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود تھے۔ عثمان رضؓ کے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ موجود تھے۔ علی رضؓ کے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ موجود تھے۔ یہی وجہ تھی کہ فتوحات پہ فتوحات ہوتی چلی گئیں۔ مگر جب وہ لوگ آگئے جن کے دلوں میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نہ تھے مسلمانوں کا تنزل شروع ہوگیا۔ آخر غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ تو نہیں کہا کہ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّيَزِيْدَ۔ یزید کے لئے بھی آخرۃ اولیٰ سے بہتر ہوگی۔ خدا تعالےٰ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ یہ تھا کہ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ اے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیرے لئے آخرۃ اُولیٰ سے بہتر ہوگی۔ چنانچہ جب تک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عملی طور پر دنیا میں موجود رہے مسلمانوں کے ساتھ بھی یہ وعدہ پورا ہوتا رہا۔ جب وہ لوگ آگئے جن کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جا سکتا تھا۔ جو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے والے نہیں تھے تو خدا تعالےٰ نے بھی اُن کو چھوڑ دیا۔

پھر دیکھو وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کی صداقت کا یہ کیسا شاندار نظارہ تھا کہ جب آپ بدر کی جنگ پر تشریف لے گئے تو صرف ۳۱۳ صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ اُحد کی جنگ آئی تو ایک ہزار آپ کے ساتھ تھے۔ خندق کی جنگ آئی تو تین ہزار صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ فتح مکہ کا وقت آیا تو دس ہزار صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ غرض وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کے مطابق یہ تعداد بڑھتی چلی گئی۔

منظوم کلام | حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دلبر مرا یہی ہے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بےخطا یہی ہے

پھر آپ کا تقویٰ اور صلاح بھی ترقی کرتے چلے گئے۔ دولت و امارت نے آپ کو جابر اور متشدد نہیں بنایا۔ وہی غرباء پروری وہی انکسار اور وہی عبادت اور وہی استغناء آخر تک رہا۔ فتح مکہ کے بعد آپ کے گلے میں ایک شخص نے پٹکا ڈال دیا۔ مگر آپ خاموش رہے۔ ایک ظالم نے یہ اعتراض کیا کہ تِلْکَ قِسْمَۃٌ لَا یُرَادُ بِھَا وَجْہُ اللّٰہِ آپ نے مال اس طرح تقسیم کیا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی مدنظر نہیں۔ مگر قتل کرنے کی خواہش کرنے والے کو منع فرما دیا۔

جسمانی لحاظ سے دیکھو تو وہ شخص جو اکیلا مکہ میں سے نکلا تھا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا۔ روحانی لحاظ سے دیکھو تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو مکہ میں چار یا پانچ لوگوں کو پالنے والا تھا وہ مدینہ میں لاکھوں کو پالنے والا بن جاتا ہے۔ اور اُن کو اُسی طرح پالتا ہے جس طرح مکہ میں وہ چند افراد کو جنہیں انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا تھا پالتا تھا۔

جب فتوحات ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن بازار سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک اچھا کوٹ خرید لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کوٹ مجھے بڑا اچھا لگا تھا میں آپ کے لئے خرید لایا ہوں، اب فتوحات ہوئی ہیں، بڑے بڑے بادشاہ اور وفود آپ سے ملنے کے لئے آتے ہیں۔ جب وہ آئیں آپ یہ کوٹ پہن لیا کریں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سُنی تو آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا خدا تعالےٰ نے مجھے ان کاموں کے لئے نہیں بھیجا، میں اس کوٹ کو نہیں پہن سکتا اسے واپس لے جاؤ۔ غرض یہ نہیں ہوا کہ فتوحات کے وقت آپ کی حالت میں کوئی فرق پیدا ہو جاتا اور آپ زیادہ اعلیٰ لباس یا زیادہ آسائش کے سامان اپنے لئے پسند فرماتے بلکہ ہمیشہ آپ کے تقویٰ اور بِرّ میں زیادتی ہی ہوتی چلی گئی۔

پھر محبوبیت کا یہ حال تھا کہ روز بروز اس میں کمال پیدا ہوتا گیا۔ مکہ کے لوگ آپ کے بے شک فدائی تھے مگر مکہ سے نکلنے کے بعد انہوں نے اپنی فدائیت کے نظارے دِکھلائے مکہ میں صحابہؓ کی فدائیت کا جو نظارہ نظر آتا ہے۔ وہ بہت کم ہے اور اس کی مثالیں زیادہ نہیں۔ ایک حضرت علیؓ کا واقعہ ہے جو فدائیت کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور یا پھر غارِ ثور میں حضرت ابوبکرؓ کی فدائیت کا واقعہ ہے جو نظر آتا ہے ان کو مستثنیٰ کرتے ہوئے مکہ میں فدائیت

کے نظارے بہت کم نظر آتے ہیں۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں مکہ والے مظالم سے تنگ آ کر حبشہ چلے جاتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ جاتے ہیں۔ مگر مدینہ میں آپ کو جو انصار و مہاجرین کی جماعت ملی اس نے آپ سے جس محبت کا سلوک رکھا ہے اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ جنگِ بدر کے موقعہ پر انصار نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک الگ مقام بنا دیا اور وہاں دو تیز رفتار اونٹنیاں باندھ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو اُس جگہ بٹھا دیا اور عرض کیا یا رسُول اللہ! لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ جنگ ہونے والی ہے ورنہ ہمارے دُوسرے بھائی بھی اس سعادت سے محروم نہ رہتے۔ یا رسول اللہ! اگر ہم سب کے سب مارے جائیں تو آپ اور ابوبکرؓ ان تیز رفتار اونٹنیوں پر سوار ہو کر مدینہ تشریف لے جائیں وہاں اسلام کی ایک بہادر فوج مَوجود ہے حضور جو بھی حکم دیں گے ہمارے وہ بھائی اس کو پُوری خوشی کے ساتھ قبول کریں گے اور اپنی جانیں اسلام کے لئے قربان کر دیں گے۔ پھر ہم اُحد کے موقعہ پر دیکھتے ہیں کہ صحابہؓ نے فدائیت کا کیسا شاندار نمونہ دکھایا۔ ایک مہاجر حضرت طلحہؓ تھے جو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے۔ دشمن کے تیروں کا اصل نشانہ چونکہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم تھے اس لئے جو بھی تیر آپ کی طرف آتا حضرت طلحہؓ اس کو اپنے ہاتھ پر لے لیتے۔ یہاں تک کہ تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے اُن کا ہاتھ شل ہو گیا۔ کسی نے بعد میں اُن سے پوچھا کہ جب آپ کو تیر لگتے تھے تو آپ کے مُنہ سے آہ نہیں نکلتی تھی؟ حضرت طلحہؓ نے جواب دیا آہ نکلنا تو چاہتی تھی مگر مَیں نکلنے نہیں دیتا تھا تا ایسا نہ ہو مَیں آہ کروں اور کوئی تیر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جا لگے۔ دُوسرا واقعہ مالک انصاری کا ہے۔ پہلی فتح کے بعد وہ الگ جا کر کھجوریں کھانے لگے۔ کیونکہ سخت بھوکے تھے پھرتے ہوئے ایک جگہ آئے تو انہوں نے دیکھا حضرت عمرؓ ایک ٹیلہ پر بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ انہوں نے حیرت سے کہا، عمر کیا ہوا یہ رونے کا مقام ہے یا ہنسنے کا؟ خدا تعالیٰ نے اسلام کو فتح دی ہے۔ اور تم بیٹھے رو رہے ہو! حضرت عمرؓ نے کہا تم کو پتہ نہیں کہ فتح کے بعد کیا ہوا؟ وہ کہنے لگے کیا ہوا؟ حضرت عمرؓ نے کہا فتح کے بعد لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے لشکر تتر بتر تھا کہ دشمن نے موقعہ پا کر حملہ کر دیا اور اس نے حملہ ایسا شدید کیا کہ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہو گئے۔ مالکؓ

نے کہا عمرؓ پھر بھی تو بیٹھ کر رونے کا کوئی موقعہ نہیں۔ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو پھر جہاں ہمارا پیارا گیا وہیں ہم جائیں گے یہاں بیٹھنے کا کونسا موقعہ ہے۔ یہ کہا اور صرف ایک ہی کھجور جو اُن کے ہاتھ میں رہ گئی تھی اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے میرے اور جنت کے درمیان سوائے اس کھجور کے اور کونسی چیز حائل ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے کھجور کو پھینک دیا اور تلوار لے کر دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ اب بظاہر اُن کے دِل میں یہ خیال بھی آ سکتا تھا کہ جس شخص کے لئے ہم قربانی کر رہے تھے جب وہی نہیں رہا تو اب قربانی کرنے کا کیا فائدہ ہے مگر وہ یہ نہیں کہتا کہ ہم محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانی کر رہے تھے جب وہ نہیں رہے تو اب قربانی کا کیا فائدہ۔ بلکہ وہ کہتے ہیں جس کام کیلئے وہ کھڑے ہوئے تھے اس کام کے لئے ہمیں اُسی جوش اور اسی ولولہ کے ساتھ قربانی کرنی چاہیئے جس جوش اور ولولہ کے ساتھ ہم آپ کی زندگی میں قربانی کیا کرتے تھے۔ اگر وہ زندہ نہیں رہے تو پرواہ نہیں مَیں اکیلا جاؤں گا اور دشمن سے لڑوں گا۔ چنانچہ وہ اکیلے تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے ایک آدمی تین ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں کیا کر سکتا ہے۔ چنانچہ لڑائی کے بعد اُن کے جسم کے ستر ٹکڑے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لائے گئے تب اُن کی لاش مکمل ہوئی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس طرح مجنونانہ طور پر لڑے تھے۔ اوّل تو جب تک زندہ رہے انتہائی دلیری کے ساتھ لڑتے رہے۔ پھر جب ایک ہاتھ کٹا تو دُوسرے ہاتھ میں تلوار سنبھال لی۔ دُوسرا ہاتھ کٹ گیا تو مُنہ میں تلوار لے لی اور دشمن کو مارتے چلے گئے۔ یہ دیکھ کر دشمن کو بھی شدید غصہ پیدا ہوا اور اس نے اُن کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے۔ لڑائی کے بعد جب اُن کے جسم کے مختلف ٹکڑے اکٹھے کئے گئے تو تلوار کے زخموں کی وجہ سے اُن کی لاش پہچانی تک نہیں جاتی تھی۔ آخر ان کی ایک اُنگلی ملی جس پر ایک نشان تھا۔ اس نشان کو دیکھ کر مالکؓ انصاری کی بہن نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لاش ہے۔ غرض وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کے مطابق آپ کی محبوبیت میں روز بروز کمال پیدا ہوتا چلا گیا اور صحابہؓ کرام نے اپنی فدائیت کے وہ نظارے دِکھلائے جو آج تک کسی نبی کے ماننے والے دِکھلا نہیں سکے۔

پھر آپ کی وفات پر جو واقعہ ہوا وہ صحابہؓ کرام کی اُس محبت کا کتنا بڑا ثبوت ہے جو وہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھتے تھے۔ وُہ صحابہؓ جو دِن رات سُنتے تھے

کہ مُردے زندہ نہیں ہوتے، وہ صحابہؓ جو روزانہ سنتے تھے کہ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی وفات آ سکتی ہے۔ اُن پر اُس وقت ایسی جنون کی کیفیت طاری ہو گئی کہ باوجود اس مضمون کے جو روزانہ اُن کے سامنے دہرایا جاتا تھا اُن کے دِلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو مَیں اُس کی گردن کاٹ دُوں گا۔ حضرت حسانؓ کہتے ہیں ہمارے دِلوں میں بھی جھوٹی اُمید پیدا ہو گئی اور ہم خوش ہو گئے کہ چلو وہ بات غلط نکلی۔ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زندہ موجود ہیں آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، منبر پر بیٹھے اور انہوں نے تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ کہ تم میں سے جو شخص محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا وہ اچھی طرح سُن لے کہ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ وَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ۔ لیکن تم میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اُسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ زندہ ہے اور وہ کبھی مر نہیں سکتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسُول ہیں اگر وہ مر جائیں گے تو کیا تم اپنے ایمان سے پھر جاؤ گے۔ جب ابوبکرؓ نے یہ بات بیان کی تب صحابہؓ کی آنکھیں کُھلیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں جب انہوں نے یہ آیت پڑھی تب مجھے ہوش آیا اور یا تو میری یہ حالت تھی کہ ابوبکرؓ کے رعب سے میں فوراً تلوار نہیں چلا سکا تھا اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ یہ بڈھا اپنی بات ختم کر لے تو مَیں اس کی گردن اڑا دوں اور یا جب ابوبکرؓ نے اپنی بات ختم کر لی تو میری ٹانگیں کانپ گئیں اور میں زمین پر گر گیا۔ اس وقت صحابہؓ کو اپنے محبوب کی جدائی سے جس قدر غم ہوا اس کا اندازہ اُس شعر سے لگایا جا سکتا ہے جو حضرت حسانؓ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا۔ جب انہیں یقین آ گیا کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فوت ہو چکے ہیں تو حضرت حسانؓ نے کہا سے

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ
فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ
فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

وہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کے کھڑے ہونے سے پہلے تو ہم نے سمجھا کہ شاید یہ بات غلط ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں مگر جب ابوبکرؓ نے ہماری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو میری زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ
فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ
فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو تو میری آنکھ کی پتلی تھا تیرے مرنے سے میری آنکھ کی پتلی جاتی رہی ہے اور میں اندھا ہو گیا ہوں۔ اے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تک تُو زندہ رہا مجھے وہ سب کے سب فوائد تجھ سے مل رہے تھے جو کسی کو مل سکتے ہیں۔ مجھے دین بھی مل رہا تھا اور دنیا بھی مل رہی تھی۔ اور مجھے دنیا کی ہر نعمت اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آتی تھی۔ لیکن آج جبکہ تُو زندہ نہیں رہا میں اندھا ہو گیا ہوں۔ اس لئے اے محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کوئی مرے۔ باپ مرے، بیٹا مرے، بیوی مرے بھائی مرے مجھے کسی کی پروا نہیں۔ مجھے تو تیری جان کا ہی ڈر لگا ہوا تھا۔ دیکھو یہ کیسی شاندار محبت تھی جس کا صحابہؓ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی وفات پر نمونہ دکھایا۔ اور جو ثبوت تھا اس بات کا کہ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ لوگ مرتے ہیں تو دنیا انہیں برا بھلا کہتی ہے۔ کہتے ہیں اچھا ہوا چھٹکارا ہوا۔ خس کم جہاں پاک مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہوتے ہیں تو بیویاں کیا اور بچے کیا اور [illegible] کیا ہر شخص کا دل غمگین ہو جاتا ہے۔

پھر یہ بھی دیکھو کہ پہلا گھر مکہ تھا جہاں صرف چند رشتہ دار آپ کے پاس تھے یا آپ کے چچا ابوطالب آپ کی مدد کیا کرتے تھے مگر وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کے مطابق دوسرا گھر خدا تعالےٰ نے آپ کو مدینہ میں دیا جو پہلے سے بہتر ثابت ہوا۔ مکہ میں صرف دس بیس فدائی تھے اور مدینہ میں شہر کا شہر۔ مرد کیا اور عورتیں کیا۔ بچے کیا اور بوڑھے کیا سب آپ پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

پھر ذہانت آپ کی آخر تک قائم رہی۔ انسان بالعموم آخر عمر میں جا کر کمزور دماغ کے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا علم سلب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مگر آپ کے علم اور ذہانت میں آخر تک کوئی فرق نہ آیا بلکہ ہر دن جو آپ کی زندگی میں آیا پہلے سے بڑھ کر آیا۔ اسی طرح جو کلام آپ پر نازل ہوا وہ آخر دم تک نازل ہوتا رہا اور ہر روز نئے سے نئی باتوں کا آپ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے علم دیا جاتا رہا۔ غرض کوئی دن آپ کی زندگی میں ایسا نہ آیا جب لوگوں نے یہ کہا ہو کہ یہ سٹھیا گیا ہے۔ اس کا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ اس کا علم جاتا رہا ہے۔ بلکہ ہر دن جو آپ پر آیا پہلے سے زیادہ علم ساتھ لے کر آیا اور پہلے سے زیادہ دنیا کے سکھانے اور سمجھانے اور پڑھانے میں صرف ہوا۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے اس آیت کی صداقت کو واضح کر دیا کہ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى تیرے لئے آخرت پہلی حالت سے بہت اچھی ہو گی ۔

سیرتِ نبوی صلعم کا ایک درخشندہ پہلو

غیروں اور دشمنوں کے ساتھ آپ کا رواداری سلوک

(از مکرم مولوی عبد القادر صاحب دانش معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانی زندگی کے ہر پہلو میں عملی نمونہ پیش فرمایا ہے۔ آپ جو زبان سے تلقین فرماتے تھے اس پر خود بھی عمل کر کے اپنے پیروؤں اور دنیا والوں کو یہ سبق سکھاتے تھے کہ اس تعلیم پر عمل پیرا ہونا انسان کی حدِ امکان کے اندر ہے۔ آپ دنیا میں اس وقت مبعوث ہوئے تھے جبکہ دنیا جہالت سے معمور تھی۔ ہر کوئی بغض و جہالت میں مخمور نظر آتا تھا۔ جبکہ قبائل۔ برادری والوں اور بھائی بندوں کے دل بھی ایک دوسرے کی نفرت سے معمور تھے۔ آپ ایسے جہالت و ظلمت کے زمانہ میں قندیلِ ہدایت بن کر مبعوث ہوئے اور اپنی پاک تعلیم اور اسوۂ نمونہ سے دنیا والوں کے دلوں کو مسخر کر دیا۔ آپ ہی کے ذریعہ انسانیت کا صحیح تصور اور تصویر اہلِ دنیا کے ذہنوں میں جاگزیں ہوئی اس پاک تعلیم اور نمونہ کو آپ کے ماننے والوں نے اپنایا۔ اور اس کے ذریعہ دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوا۔ آپ کے ماننے والوں کے ذریعہ دنیا نے انسانیت کا سبق سیکھا۔ اور اس کے باعث دنیا میں پیار۔ محبت اور اخوت کی فضا پیدا ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے چند واقعات پیش ہیں۔ جو آج بھی اور قیامت تک دنیا والوں کے لئے سبق آموز اور موجبِ ہدایت ہیں۔ آپ کے نیک سلوک اور حسنِ معاملہ سے دوست اور دشمن آپ پر سو جان سے فریفتہ ہو جاتے تھے۔ اور اس طرح گردنوں کو زیر کرنے کی بجائے دنیا والوں کے دلوں کو مسخر کر کے آپ ان پر حکمرانی فرمایا کرتے تھے۔

—:(۱):—

مکہ والے جنہوں نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو بے حد تنگ کر کے اذیتیں دے کر اور تشدد کی نہایت خوفناک صورت پیدا کر کے مکہ سے ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیا تھا اور اس کے بعد بھی آپ پر اور آپ کے ماننے والوں پر قافیہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ بار بار مدینہ جا کر آنحضرت صلعم اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ مقامِ بدر۔ جبل اُحد۔ غزوۂ خندق اور کئی مقامات پر جنگ کر چکے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مدت تک مدافعت کے اصول پر عمل کرتے رہے۔ اور آخر کار ہجرت کے آٹھویں سال دس ہزار مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ شہر مکہ پر آپ نے بھی چڑھائی کی۔ اہلِ مکہ نے ہتھیار ڈال دئے۔ نہایت سکون کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور لشکرِ اسلام مکہ میں داخل ہوئے آپ نے اپنے دشمنوں کو بالکل معاف فرما دیا۔ کسی سے بھی انتقام نہیں لیا۔ کوئی قتل و غارت۔ لوٹ مار کا واقعہ نہیں ہوا۔ ایک فاتح کا اس پُرسکون انداز میں شہر میں داخل ہونا اور بدترین دشمنوں کو بالکل معاف فرما دینا ایسا واقعہ ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اور آپ کے اس حسنِ سلوک سے دشمن بھی آپ کے فریفتہ اور جاں نثار بن گئے۔ اور سب اہلِ مکہ آپ پر ایمان لائے۔

—:(۲):—

ہجرت سے قبل جب اہلِ مکہ کی سخت دلی اور ایذا رسانی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کو چھوڑ کر طائف چلے گئے۔ آپ وہاں دس دن ٹھہرے۔ اور بستی کے لوگوں میں تبلیغ کرتے رہے۔ مگر کسی نے آپ کی بات پر کان نہ دھرا اور آپ کو وہاں سے چلے جانے کو کہا۔ جب آپ اس بستی سے نکلے تو لوگ دور تک رستے کے دونوں طرف پھیل گئے اور آپ کو پتھر مارنے شروع کر دئیے۔ یہاں تک کہ آپ کی ٹانگیں لہولہان ہو گئیں۔ جب آپ مجبور ہو کر بیٹھتے تو پھر کوئی شخص آگے بڑھتا اور کہتا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ اور دوسرے لوگ پتھر برسانے شروع کر دیتے۔ اسی دوران میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالےٰ کا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اگر حکم ہو تو ان پہاڑوں کو اس بستی پر اوندھا دیا جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدا یہ ناسمجھ اور نادان ہیں جو میری مخالفت کر رہے ہیں تو اُن کو ہدایت اور سمجھ دے۔ چنانچہ آپ نے تعاقب کرنے والے دشمنوں کی تباہی کے لئے بددعا نہیں کی۔ بلکہ اُن کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی۔ کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ انہی میں سے ایسے لوگ بھی نکل آئیں گے جو آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آج یہ بستی اللہ اور اس کے رسول کی غلامی میں آ چکی ہے۔

—:(۳):—

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے قبائل سخت ترین اذیتیں دیتے تھے۔ اور مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کرتے تھے۔ وہ اس بات کے مستحق تھے کہ قتل کر دئے جاتے لیکن جب بھی وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے اور جنگوں میں قیدی بنا لئے جاتے تو حبیبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کی فراخی اور عفو کی وسعت کا یہ عالم تھا۔ کہ ان کے ظالمانہ افعال کا بدلہ لئے بغیر انہیں معاف کر دیتے اور بعض دفعہ زرِ فدیہ لیکر آزاد فرما دیتے تھے۔ آپ نے غزوۂ مصطلق میں چھ سو قیدی۔ غزوۂ حنین میں چھ ہزار قیدی بغیر کوئی فدیہ لینے کے آزاد کر دئے۔ آپ کا ہر مقام پر طریقِ عمل تھا [illegible] ایسے حسنِ سلوک سے ان کا گرویدہ ہو جاتیں اور وہ آپ پر ایمان [illegible]۔

—:(۴):—

ہجرت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ سے بیت اللہ کا دروازہ کھولنے کے لئے فرمایا تاکہ آپ خانہ کعبہ میں اللہ تعالےٰ کی عبادت فرما سکیں۔ مگر اس نے [illegible]

مغرورانہ انداز میں اس استدعا کو ٹھکرا دیا۔ سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک دن آئے گا کہ یہ کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا۔ لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا۔ تو اسی کلید بردار عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا۔ اور اس سے چابیاں لے کر خانہ کعبہ کھولا۔ اور پھر فرمایا کہ عثمان آج انتقام لینے یا غصہ نکالنے کا دن نہیں۔ بلکہ نیکی اور اسلامی اخلاق قائم کرنے کا دن ہے۔ جاؤ تمہیں معافی دی جاتی ہے۔ نہ صرف معافی بلکہ کعبہ کی چابیاں بھی تیرے حوالے کی جاتی ہیں۔ آپ کے اس اخلاق اور خارقِ عادت کامیابی سے متاثر ہو کر سارا عرب آپ پر ایمان لے آیا۔

—:(۵):—

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک غزوہ میں مشرکین کے چند بچے لشکر کی لپیٹ میں آکر ہلاک ہو گئے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا بیحد صدمہ ہوا۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ۔ مشرکین ہی کے تو بچے تھے۔ رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ مشرکین کے بچے بھی تمہاری طرح کے انسان ہیں اور بہترین انسان بننے کی فطرتی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ دراصل ہر بچہ اسلامی فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں اس کے ماں باپ اُسے یہودی یا نصرانی وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ خبردار بچوں کو قتل مت کرو۔ یہ کتنی بہتر تعلیم ہے کہ بلا امتیاز مذہب و ملت سب انسان آدم کی اولاد ہیں اور اس اعتبار سے سب ہمارے حسنِ سلوک اور بہتر معاملہ کے مستحق ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جنگوں میں بھی بے گناہ بڈھوں۔ عورتوں اور بچوں کو قتل کر دینے سے آپ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اور کھیتیاں اجاڑ دینے۔ درختوں کے کاٹ دینے اور تباہی و بربادی پھیلانے سے بھی باز رکھا ہے۔

—:(۶):—

رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بہترین اوصاف اور خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ آپ کا دل عجز و انکسار۔ نرمی، رحمدلی۔ محبت اور الفت سے لبریز تھا۔ حضور فرماتے ہیں کہ میری شان انسان کی شان سے زیادہ نہیں۔ مجھے اللہ کا ذکر کہہ کر پکارو۔ کسی مرید نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ ان لوگوں پر لعنت کیوں نہیں کرتے جو آپ پر ایمان نہیں لاتے تو حضورؐ نے فرمایا مجھے لعنت بھیجنے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفین اور دشمنوں کے لئے بھی کس قدر مشفق و مہربان جذبات رکھتے تھے۔

جس طریق پر آپؐ نے اپنے دشمنوں سے حسنِ سلوک کا برتاؤ کیا۔ اور جس تلطف و ترحم کے ساتھ آپ اُن سے پیش آئے آپ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں پر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔ کوئی معاند بھی آپ کی مدح کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ نہایت حلیم۔ بردبار۔ وسیع القلب تھے۔ اور اسی وجہ سے ہر موقعہ پر دشمنوں پر غلبہ پا لینے کے باوجود ان سے درگزر فرماتے اور معاف فرما دیا کرتے تھے۔ سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم بلا امتیاز مذہب و ملت تمام بنی نوع انسان سے محبت کرتے تھے اور مذہب کے اختلاف کی بنا پر کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ خدا کی وحدانیت اور بنی نوع انسان کے بھائی بھائی ہونے پر آپ کو پختہ ایمان تھا۔ اور اسی کی تعلیم اپنے ماننے والوں اور دنیا کو دیتے تھے۔ آپ کے اس خلقِ عظیم نے مخلوقِ خدا کے دلوں کو تسخیر کر لیا۔ اور یہی اسلامی جمہوریت ہے۔ جو ہمیشہ زندہ رہے گی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اعلانِ نکاح و تقریبِ رخصتانہ

عزیزہ سلیمہ پروین عرف شیریں ایم اے بنت سید عبد القیوم صاحب مرحوم آف جگدل پور کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیزم عبد الباسط خان صاحب انجینئر ابن مکرم عبد الحمید خان صاحب آف مانک پور (اڑیسہ) بعوض پانچ ہزار روپیہ حق مہر بتاریخ ۲۴؍ہجرت (مئی) ۱۳۴۸ ہش کو خاکسار نے اورل ضلع گیا (بہار) میں کیا۔ اور تقریب رخصتانہ بھی اسی موقعہ پر عمل میں آئی۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو فریقین کے لئے بابرکت اور ثمراتِ حسنہ بناوے۔ آمین۔

خاکسار عبد الحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

سلام بحضور سیدالانام صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدرگاہِ ذیشانِ خیر الانام — شفیع الوریٰ۔ مرجعِ خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام — یہ کرتا ہے عرض آپ کا اِک غلام
کہ اے شاہِ لولاک عالی مقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں — جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نورِ جبیں!
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں — کہ دشمن بھی کہنے لگے۔ آفریں!
زہے خُلقِ اکمل۔ زہے حُسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی — بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی — کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
کیا شرک کا کام تم نے تمام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے — دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے — شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال اور حرام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال — وہ سب آپؐ میں جمع ہیں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال — ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

وفا اور حیا اور طہارت مذاق — شجاعت سخاوت مروت میں طاق
سوارِ جہانگیرِ یکراں براق!! — کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

علمدارِ عشاق ذاتِ یگاں تو — سپہدارِ افواجِ قدوسیاں تو
معارف کا اِک قلزمِ بیکراں — افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا وصلِ دلبر کا جام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں پر عظیم احسانات

از مکرم جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مولف اصحاب احمد قادیان

(ا)

دنیا میں غلامی کا آغاز جنگوں سے ہوا۔ مفتوح قوم جنگجو افراد کو قتل کر کے ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیتی تھی اور ان سے کام لیا جاتا۔ مفت خدمت کے اس طریق کو عمدہ پا کر غلامی میں توسیع ہونے لگی۔ اور بالعموم مفتوح اقوام کے مردوں کو بھی زندہ رکھ کر ان سے کام لیا جانے لگا۔ اور پھر جنگ کے علاوہ بھی کمزور قبیلوں وغیرہ پر حملہ کر کے ان کے افراد کو غلام بنا لیا جاتا تھا۔ یہ افراد ہی نہیں بلکہ ان کی اولاد و نسل در نسل مالکوں کی ملکیت ہوتی تھی۔ جس طرح وہ چاہتے مفت ہر وقت کام لیتے اور ظالمانہ سزائیں دیتے اور یہ غلام کام کرنے پر مجبور ہوتے تھے غلامی کا یہ طریق اسلام کی آمد کے وقت اس وقت کے متمدن ممالک روم، یونان، ایران، ... حبشی تمام ... میں رائج تھا۔ اور بعض اوقات اصل آزاد آبادی سے غلاموں کی تعداد بڑھ جاتی تھی۔ اور اس طرح لاکھوں غلام نہایت مصیبت بھری زندگی گزار رہے تھے۔ اور عرب میں بھی ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے پاس ہزاروں غلام موجود تھے۔ ذیل کے جائزہ میں یہ دیکھا جائے گا آج سے چودہ سو سال قبل کی تاریک دور ظاہراً آج سے بہت کم علم اور کم متمدن حالات میں اسلام نے اس مظلوم طبقہ کی بہتری اور آزادی کے لئے کیا کچھ ہدایات دیں اور کیا کچھ عمل کیا اور اس کے کیسے بہترین نتائج برآمد ہوئے اور آج کی دنیا میں غلاموں یا غلام نما افراد کا کیا حال ہے اور کیا ان کی آزادی بھی آزادی کہلانے کی مستحق ہے؟

آج سے چودہ سو سال قبل

جبکہ دنیا انتہائی جہالت کی تاریکیوں میں پڑی ہوئی تھی اپنے پیغمبر اسوۂ حسنہ سے سنوار رہے تھے

(ب) حضرت خدیجہ کے ایک بھتیجے ایک غلام زید بن حارثہ خرید کر لائے اور حضرت خدیجہ کی نذر کیا۔ انہوں نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ زید کے والد و چچا تلاش کرتے پہنچے اور زید کو واپس مانگا۔ حضور نے بخوشی اجازت دے دی اور زید نے اپنے والد اور چچا کو بہت پیار کیا۔ لیکن ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں آپ کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤں گا آپ میرے لئے چچا اور باپ سے بڑھ کر ہیں والد غصہ سے بولا کیا تو غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہے۔ زید نے کہا ہاں۔ کیونکہ میں ان کی خوبیوں کی وجہ سے کسی کو ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ حضور نے یہ جواب سن کر زید کو خانہ کعبہ کے پاس لے جا کر اس زمانہ کے دستور کے مطابق بلند آواز سے کہا لوگو! گواہ رہو کہ آج سے میں زید کو آزاد کرتا ہوں اور اسے اپنا بیٹا بناتا ہوں۔ یہ میرا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔ باپ اور چچا یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور بخوشی زید کو آپ کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔ چنانچہ وہ اس دن سے زید بن محمد کہلانے لگے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا کہ منہ بولا بیٹا بنانا جائز نہیں۔ مگر حضور کا پیار اس وفادار خادم سے ترقی کرتا گیا

(ج) ابتداء اسلام میں مکی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ غلام آزاد کرانا اور یتامیٰ و مساکین کے کھانے کا انتظام کرنا بہت بڑی نیکی ہے (سورۃ البلد) اس طرح ابتداء ہی میں غلاموں کی آزادی کی تحریک شروع ہو گئی۔ اور اسلام کی ... تعلیم کے ساتھ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرامؓ کے مشفقانہ سلوک سے مکی زندگی میں ہی بکثرت غلام اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اور بخوشی اپنے مالکوں کے ... مظالم کو برداشت کرتے تھے

۲ - ارشادات یہ ہیں :-

(ا) اللہ تعالیٰ نے والدین۔ اقارب یتامیٰ۔ مساکین اور غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ نیز فرمایا تکبر اور بڑائی کا طریق اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ النساء)

فرمایا کہ آزاد مشرک مرد و عورت سے شادی نہ کرو خواہ وہ پسند آئیں۔ مومن غلام مرد یا لونڈی ان سے بہتر ہیں (سورۃ البقرۃ) چار بیویوں کی انتہائی حد پوری ہو جانے کے بعد کوئی شخص کسی لونڈی سے شادی کرنا چاہے تو چار کی حد بندی حائل نہ ہوگی (سورۃ النساء)

حضور صلعم جو شادیاں تبلیغی، تربیتی اور سیاسی ضروریات کے لئے کر چکے تھے کافی تھیں۔ فرمایا اور شادیاں کرنے کی اجازت نہیں۔ لیکن کسی غلام عورت سے شادی کرنا چاہو تو اس کی اجازت ہے (سورۃ الاحزاب)

گویا اس طرح مسلمان غلاموں اور لونڈیوں کے آزاد مسلمان گھرانوں میں مساویانہ رشتہ داری کے ذریعہ اختلاط کا غلاموں کی اصلاح کی خاطر راستہ کھولا گیا۔ اور لونڈیوں کی شادیوں کے تعلق میں ان کی اصلاح کے لئے چار کی حد بندی میں استثناء پیدا کیا گیا۔

(ح) فرمایا۔ مسلمان عورتیں اپنی زینت ... خاوندوں، ان کے بیٹوں وغیرہ ... قریبی رشتہ داروں کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں۔ یعنی پردے کی مقررہ حد بندی کو مدنظر رکھیں۔ البتہ فرمایا انہیں اپنے غلاموں سے پردہ نہ کرنا چاہئیے۔ (سورۃ النور) گویا غلاموں سے مسلمان عورتیں اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا سا سلوک کریں اور غیریت کا احساس ختم ہو۔

(د) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ غلام سے اتنا ہی کام لو جتنا وہ کر سکتا ہے۔ اور جب اس سے کوئی کام لو تو اس کے ساتھ مل کر کام کیا کرو۔ تاکہ وہ ذلت محسوس نہ کرے۔ اور جب سفر کرو تو یا تو اسی کو سواری پر اپنے ساتھ بٹھاؤ یا اس کے ساتھ باری مقرر کر کے سواری پر چڑھو۔ اس بارے میں آپ اتنی تاکید فرماتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ جو اسلام لانے کے بعد ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اور آپ کی اس تعلیم کو اکثر سنتے تھے وہ کہا کرتے تھے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوہریرہ کی جان ہے اگر اللہ تعالیٰ کے رستہ میں جہاد کا موقع مجھے نہ مل رہا ہوتا اور حج کی توفیق نہ مل رہی ہوتی اور میری بڑھیا ماں زندہ نہ ہوتی جس کی خدمت مجھ پر فرض ہے تو میں خواہش کرتا کہ میں غلامی کی حالت میں مروں۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم غلام کے حق میں نہایت ہی نیک باتیں فرمایا کرتے تھے۔ (مسلم جلد ۲ کتاب الایمان باب اطعام المملوک مما یاکل و البسوہ مما یلبس ولا یکلفہ ما یغلبہ و باب ثواب العبد الخ)

(ہ) کسی نے حضرت ابوذر غفاریؓ صحابی سے دریافت کیا کہ آپ کے اور آپ کے غلام کے کپڑے ایک جیسے کیوں ہیں تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک دفعہ ایک شخص کو اس کی ماں کا طعنہ دیا جو لونڈی تھی۔ اس پر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ میں ابھی تک کفر کی باتیں پائی جاتی ہیں غلام کیا ہیں۔ تمہارے بھائی ہیں۔ اور تمہاری طاقت کا ذریعہ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت وہ کچھ عرصہ کے لئے تمہارے قبضہ میں آ جاتے ہیں سو جس کا بھائی اس کی خدمت تلے آ جائے اسے چاہئیے کہ جو کچھ خود کھاتا ہے اسے کھلائے اور جو کچھ وہ خود پہنتا ہے اسے پہنائے۔ اور تم میں سے کوئی شخص کسی غلام سے ایسا کام نہ لے جس کی اسے طاقت نہ ہو۔ اور جب تم انہیں کوئی کام بتاؤ تو خود بھی ان کے ساتھ مل کر کام کیا کرو۔ (حوالہ بالا۔ باب اطعام المملوک)

(و) عبادہ بن ولید نے حضرت ابوالیسرؓ سے پوچھا کہ آپ نے اور آپ کے غلام نے ایک ایک دھاریدار چادر اور ایک ایک یمنی چادر پہن رکھی ہے۔ ایسا کیوں نہیں کیا کہ دونوں دھاریدار کپڑے ایک پہنتا اور دوسرا دوسری چادریں۔ تاکہ دونوں کے بدن پر ایک طرح کا جوڑا ہوتا تو انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر میرے لئے دعا کی اور کہا بھتیجے! میری ان آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے ان کانوں نے سنا ہے اور میرے اس دل نے اسے اپنے اندر جگہ دی ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ اپنے غلاموں کو وہی کھانا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ پس میں اس بات کو بہت زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں دنیا کے اموال سے اپنے غلام کو برابر کا حصہ دے دوں بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے دن میرے ثواب میں کوئی کمی آئے۔ (مسلم۔ کتاب الزہد) گویا کہ اس درجہ تعمیل کا انہماک تھا کہ ظاہری معمولی اختلاف بھی پسند نہ تھا۔

(ز) حضرت علیؓ نے دو قمیصیں خریدیں اور اپنے غلام سے کہا کہ جو نسی چاہو لے لو۔ چنانچہ اس نے ایک لے لی اور دوسری آپ رضؓ نے پہن لی (اسد الغابہ۔ حالات حضرت علیؓ)

غرض اسلام نے غلاموں کی آزادی کے سلسلہ میں بہت تاکیدی احکام دئیے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان احکام کی تنفیذ کے لئے موثر اور کامیاب کوششیں فرمائیں اور صحابہ کرام نے ان پر عمل کیا ❖

محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی — فاتحِ مکہ کی حیثیت میں

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

ہم نشیں ! تاریخِ عالم کے مشہور واقعات میں سے یہ ایک واقعہ ہی نہیں بلکہ ایک دعوتِ عام بھی ہے ان نادان و کم فہم معترضین کے لئے جو ہمارے مطاع محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی بے مثال سیرتِ طیبہ پر نکتہ چینی کرتے ہیں ۔ ایک مدوج پرور نظارہ ہے تعصب سے ماؤف ان کم نصیب آنکھوں کے لئے جنہیں سرورِ کائنات کے حسنِ منور کے نور کی تابناک کرنیں دکھائی نہیں دیتیں ۔ اور ایک مشعلِ راہ ہے دنیا جہان کے ان لوگوں کے لئے جو ایک طویل زمانہ تک مصائب و آلام اور مظالم کا تختۂ مشق بننے کے بعد کامرانی اور اقتدار تک پہنچے ہوں ۔

ہم جلیس ! کیا تو فطرتِ انسانی کی اس کمزوری سے آگاہ ہے کہ ایک مجبور و مقہور انسان جب قسمت کی یاوری سے حالات کی سازگاری سے ہمکنار ہوتا ہے اور اپنے بال و پر میں اتنی قوت محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے حریف پر غالب آ سکے تو نشۂ اقتدار سے اس کی آنکھیں مند جاتی ہیں اور اپنی طاقت سے مخمور ہو کر وہ اپنے حریف کو صفحۂ ہستی سے نابود کر کے ہی دم لیتا ہے قرآن کریم نے فطرتِ انسانی کی اس کمزوری کی نشاندہی یوں فرمائی ہے :۔

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ

کہ جب بادشاہ فاتح کی حیثیت سے اپنے حریف کی فوجوں اور قوتوں کو روندتے ہوئے کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اس کو تباہ و برباد کر دیتے اور بستی کے ساکنین کو ذلیل و خوار کرتے ہیں ۔

پھر کون ہے جو واقعاتِ عالم پر نگاہ رکھتے ہوئے اس قرآنی صداقت سے انکار کر سکے ۔ تاریخ عالم کا ایک ایک صفحہ اس ترازِ صداقت کا زبانِ حال سے اقرار کر رہا ہے کہ ہر صاحبِ اقتدار مجبوروں کی زندگیوں ، عزتوں اور عصمتوں سے کھیلتا رہا ہے ۔

دور کیوں جائیے ۔ یہ تاریخ تو ہماری آنکھوں کے سامنے خونیں اوراق پر لکھی گئی اور ابھی کل کی بات معلوم ہوتی ہے اور ہم میں لاکھوں لوگ ان واقعات کے گواہ موجود ہیں کہ جنگِ عظیم دوم میں برلن کے سقوط کے بعد اتحادیوں کی فوجوں نے برلن اور اہل برلن کو پاؤں تلے روندنے کے بعد ہٹلر کے مصاحبوں کو ایک ایک کر کے سولیوں پر لٹکایا ۔ برلن فتح ہو چکا تھا جرمنی ہتھیار ڈال چکا تھا مگر اتحادیوں کی آتشِ انتقام ابھی تک شعلہ فشاں تھی ۔ اور اتحادیوں کی خون آشام تلواروں کی تشنگی اس وقت تک دور نہ ہوئی جب تک جرمن لیڈروں کی رگوں سے خون نچوڑ کر ان کی پیاس نہ بجھائی گئی ۔

ادھر جاپان کا سب سے بڑا جنگی مجرم جنرل توجو ، تو خودکشی کر کے بزعم خود اپنے کیفرِ کردار سے محفوظ ہو گیا لیکن اپنی قوم کو غیر محدود عرصہ تک امریکیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ گیا اور آج تک جاپان پر کسی نہ کسی رنگ میں امریکی اقتدار کی چھاپ موجود ہے

تاریخ عالم کے اس قسم کے واقعات میں صرف ایک ہی استثناء ہے جو ہمارے محبوب مطاع سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آیا ۔ یہ واقعہ محیر العقول بھی ہے اور اپنے تنوع کے اعتبار سے منفرد بھی ۔ دنیا کے واقعات کی کوئی اور مثال اس کے مقابلہ میں نہیں رکھی جا سکتی ۔ اور اس لئے نہیں رکھی جا سکتی کہ اس تختۂ عالم پر رَحْمَةً لِّلْعَالَمِين صرف ایک ہی ہوا ہے ۔ صلے اللہ علیہ وسلم

کفارِ مکہ کے ہاتھوں متواتر تیرہ سال تک اذیت اور دکھ اٹھانے کے بعد جب اذنِ الٰہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس محبوب وطن سے ہجرت فرمائی تھی تو مکہ کی بستی سے کچھ دور جا کر آپ نے مکہ کی بستی کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ اے مکہ کی بستی ! تو مجھے بہت ہی محبوب ہے لیکن تیرے دور نا اندیش ساکنین نے میرے لئے تیری سکونت اور دعوۃ و تبلیغ ناممکن بنا دی ہے اور میں بامرِ مجبوری اور باذنِ الٰہی دعوۃ و تبلیغ کے سازگار ماحول کی تلاش میں تجھے الوداع کہہ رہا ہوں ۔

وہی مکہ جہاں متواتر تیرہ سال تک ہمارا محبوب آقا اپنے جانثار صحابہ سمیت مظالم کی چکی میں پستا رہا ۔ جسے ساکنینِ مکہ نے بیحد و حساب دکھ دئے ۔ جس کے صحابہ کو تپتی ہوئی ریت پر جھلسا دیا ۔ جوئی دوپہر میں گھسیٹا گیا اور ان کے جسموں کو دہکتے ہوئے انگاروں سے داغا گیا ۔ جس کے ساکنین نے حضور صلعم کی ایک صاحبزادی کو نیزہ مار کر شہید کر دیا

اسی مکہ کے ساکنین نے
ہجرت کے دسویں سال
یہ نظارہ بھی دیکھا کہ وہی مہاجر اعظم جس نے اکیلے دس سال قبل رات کی تاریکیوں میں اپنے محبوب وطن کو خیرباد کہا تھا آج دس ہزار قدوسیوں ۔ دس ہزار جانثاروں ۔ دس ہزار فدائیانِ اسلام کے جلو میں مکہ کے دروازے پر فاتح کی حیثیت میں کھڑا ہے ۔ ان میں سینکڑوں ایسے لوگ تھے جو کفارِ مکہ کے پیہم اور انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنتے رہے ہیں ۔ متعدد ایسے لوگ تھے کہ دس سال قبل یہی مکہ ان کا محبوب وطن تھا ۔ سینکڑوں ایسے بھی ہیں جن کے جسموں پر ۔ بدر ۔ احد اور احزاب وغیرہ کی جنگوں کے زخموں کے نشانات موجود ہیں ۔ بیسیوں ایسے ہیں جن کے بیٹے یا باپ کفارِ مکہ کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں جن کے گھربار لوٹ لئے گئے جن کا آبائی وطن چھین گیا تھا

تو دوسری طرف قدرتی طور پر مکہ کے قریش خوفزدہ اور پریشان تھے ۔ انہیں اپنے وحشیانہ اور ظالمانہ کردار کا انجام سامنے نظر آ رہا تھا ۔ انہیں یقین ہو چکا تھا کہ پاداشِ عمل کا وقت آ چکا ہے وہ سہمے ہوئے دبکے ہوئے اپنے انجام کے منتظر تھے ۔ قتل ۔ قتل اور قتل ۔ یہی ان کے ضمیر کی آواز تھی ۔ اور بہ نظرِ ظاہر وہ تھے بھی اسی سزا کے مستحق ۔ تاریخ عالم کا فیصلہ بھی یہی تھا ۔ ماہرینِ جنگ کا فتویٰ بھی یہی تھا کہ تمام اہل مکہ کو تلوار کے نیچے سے گزار کر موت کی وادی میں دھکیل دیا جائے ۔

میرے ہم نشیں ! بخدا تو ہی بتا کہ کیا اس موقع پر ان کفارِ مکہ کا کوئی اور انجام بھی ممکن ہے ؟ کیا عقل اور دلیل کا تقاضا یہی نہ تھا کہ ان ظالم قریشِ مکہ کو ان کے بے پناہ تیرہ سالہ مظالم کی پاداش میں تہ تیغ کر دیا جائے ۔ ؟ ذرا تاریخِ عالم کی جنگوں کے حالات پڑھ کر بتانا ۔ کہ ایسے مواقع پر کیا ہوتا رہا ہے اور عقلِ انسانی کا فیصلہ کیا ہے ؟ فوراً نورمبرگ کے مشہور تاریخی فیصلہ پر نگاہ رکھ لینا جہاں جرمن جنگی مجرموں کو تختۂ دار پر لٹکائے جانے کا فیصلہ ہوا تھا ۔ گزشتہ جنگِ عظیم میں نازیوں کی یلغاروں سے اجڑ جانے والے ہزاروں شہروں کو چشمِ تصور میں لانا ! اور پھر ادھر بھی دیکھنا ! !

یہ فتح مکہ کا دن ہے ۔ میرا ممدوح فاتحِ مکہ پوری فوجی طاقت ، پورے اقتدار و اختیار کے ساتھ مکہ کی دیواروں کے سائے تک پہنچ چکا ہے مکہ کا ہر فرد اپنے کیفرِ کردار ــــ موت ــــ کا منتظر ہے ۔ انجام سامنے ہے ۔ خوف و ہراس ہر طرف مسلط ہے ۔ جسموں پر لرزہ اور دلوں پر ہیبت طاری ہے ۔ زندگی کی نبضیں چھوٹ رہی ہیں باقی صرف کارروائی مکمل ہے اب صرف ایک لفظ "بزن" کا انتظار ہے ۔ یہ حکم صادر ہوتے ہی دس ہزار تلواریں بے نیام ہو کر کشتوں کے پشتے لگا دیں گی مکہ کے ہر بازار ، ہر گلی اور ہر مکان میں لاشیں خاک و خون میں تڑپتی نظر آئیں گی !

اے ندیم ! یہی ہے نا فیصلہ تیری عقل کا ؟ کیا تیرا دماغ اس کے علاوہ بھی کچھ سوچ سکتا ہے ۔ ؟ تیرا ہی نہیں ساری دنیا کے لوگوں کے دماغ اس سے ہٹ کر کچھ سوچ ہی نہیں سکتے ۔

جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ۔ تب سے کر قیامت تک ۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہی انسان ایسا پیدا فرمایا ہے جو میری اور تیری عقلوں کے بالکل علی الرغم سوچ سکتا تھا ۔ چنانچہ موت کے منتظرین اہل مکہ کو میرے آقا محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ مژدۂ جانفزا سنا کر حیاتِ تازہ بخش دی کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۔ جاؤ آج کے دن کوئی بدلہ تم سے نہیں لیا جائے گا ۔ اس فاتحِ مکہ نے اہل مکہ کو ان کا کوئی ظلم بھی یاد نہیں دلایا اور عام معافی کا اعلان فرما کر تاریخِ عالم کا ایک بالکل انوکھا فیصلہ صادر فرما دیا ۔ اور یکدم دس ہزار تلواریں کوئی انتقام لئے بغیر اپنے نیاموں میں چھپ گئیں اور چشمِ فلک نے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ مکہ میں خون کی ندیاں بہہ جانے کی بجائے اہل مکہ کے چہروں پر زندگی بخش خون کی سرخی دوڑ رہی ہے اور رحمۃ للعالمین مکہ کو فتح کرنے کے ساتھ ہی اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر کے اپنے ظالم اور خونی دشمنوں سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا ہے

کس کا دل گردہ ہے کہ وہ میرے محبوب آقا رحمۃ للعالمین کی روح اپنے مقتضائے جذبات کو یوں سرد کر دے :

سہ محمد ہی نام اور محمد ہی کام ۔ علیک الصلوٰۃ علیک السلام

قسطِ اوّل

مسیحِ ناصری کے بعد آنے والا تورات کا "وہ نبی"

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے تین قسم کے ثبوت و دلائل مہیا کئے ہیں اور ان کو غیر مذاہب کے سامنے پیش کیا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے ان نشانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (ہود ع۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے نشانات کا ذکر فرمایا ہے

۱۔ ان نشانات کا ذکر کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذاتی طور پر موجود ہیں جن کا ذکر قرآن کریم اور احادیث میں آتا ہے۔

۲۔ دوسری قسم کے وہ نشانات و بینات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ آپ کے بعد آپ کے مثیل کامل کے ذریعہ آپ کی بعثت ثانیہ کے رنگ میں مزید ثبوت کے طور پر پیش کرے گا۔ اور یہ تازہ تازہ نشانات و دلائل آپ کی صداقت کو اظہر من الشمس بنا دیں گے۔

۳۔ تیسری قسم کے وہ نشانات ہیں جو آپ کے زمانہ سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے صحف میں موجود چلے آ رہے ہیں اور وہ وہ پیشگوئیاں ہیں جو آپ پر صادق آتی ہیں اور جو آپ کے وجود میں پوری ہو چکی ہیں۔ اور جن کا مصداق آپ کے سوا کوئی اور نہیں ہوا۔ نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہوگا۔

پس آپ کو ان تینوں قسم کے دلائل و نشانات سے پرکھا جا سکتا ہے اور یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آپ واقعی خدا کی طرف سے ہیں یا یہ کہ آپ کا دعویٰ اپنے نفس کی طرف سے ہے جس کے ساتھ نشانات و دلائل و براہین موجود نہیں ان کے علاوہ بھی ہر قسم کے دلائل آپ کی صداقت پر قرآن کریم نے پیش کر رکھے ہیں

اس موقع پر ہم ان بشارات پیشگوئیوں کو اپنے بھائیوں یہود و نصاریٰ کیلئے بیان کریں گے اور بتائیں گے کہ جس موعود کا ذکر صحف سماوی میں موجود ہے اور جس کا ذکر بنی اسرائیل کی زبانوں پر جاری رہا اور وہ اپنے اپنے زمانہ میں اسی کی پیشگوئی خدا تعالیٰ سے علم پا کر کرتے رہے وہ کبھی کا ظاہر ہو چکا ہے۔ پس متلاشیانِ حق و صداقت اور خدا کے طالبوں کے لئے دنیا اور آخرت میں بشارت ہے اور خوشی کا سامان ہے۔

اگرچہ محرفین نے تورات اور اناجیل میں کافی دستبرد کر کے ان کو مٹانے اور باطل کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم ایک بڑا ذخیرہ ان بشارات و پیشگوئیوں کا اب بھی ان میں موجود ہے۔ ہم ان شہادتوں اور پیشخبریوں کا ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں کچھ بھی خدا ترسی کا مادہ موجود ہے ان سے فائدہ اٹھا کر حق کو قبول کر سکیں اور کج طبع لوگوں کیلئے وہ اتمام حجت کا کام دیں۔

خدا تعالیٰ نے پہلے زمانوں میں میل جول کے ذرائع محدود ہونے کے سبب ہر قوم کے لئے جدا جدا نبی بھیجے۔ مگر جب ذرائع وسیع ہو گئے تو خدا تعالیٰ نے انبیاء کی بعثت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے محدود کر دی اور ان کو دو بیویوں سے دو بزرگ بیٹے اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ عطا فرمائے۔ سب سے پہلے آپ کو اس نے اپنے وعدہ کے موافق اسمٰعیل عطا فرمایا۔ (تکوین ب ۱۶ عـ۱۵) اور اس کی پیدائش پر فرمایا کہ "میں اپنے اور تیرے درمیان عہد باندھتا ہوں اور تجھے بہت بڑھاؤں گا.... اور فرمایا دیکھو میرا عہد تیرے ساتھ ہے۔ اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا۔... اور میں تجھے بہت برومند کروں گا۔ اور قومیں تیری نسل سے ہوں گی۔ اور بادشاہ تیری اولاد میں پیدا ہوں گے...... اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے گا۔ اور میں ان کا خدا ہوں گا۔"

(پیدائش ۱۷ عـ۲ تا ۹)

بہر حال حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش وعدہ کے مطابق ہوئی۔ نہ صرف جسمانی طور پر (پیدائش ۱۶، عـ۱۱ تا ۱۲) اور خدا تعالیٰ نے اس کی پیدائش پر ابدی عہد باندھا جس کا ذکر "باندھتا ہوں" کے الفاظ میں کیا۔ جسے عیسائی بھائیوں نے تبدیل کر کے "باندھوں گا" کر دیا ہے۔

پھر ملک کنعان دینے کا بھی وعدہ کیا اور موسیٰ نے فرمایا ہے کہ پلوٹھے کا حق دونا دے کر اسے پلوٹھا مانا جائے پلوٹھے کا حق اسی کا ہے۔ دوسرے کو نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ فرمایا:-

"اگر کسی کی دو بیویاں ہوں اور ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو اور محبوبہ اور غیر محبوبہ دونوں سے لڑکے ہوں اور پلوٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو تو جب وہ اپنے بیٹوں کو اپنے مال کا وارث کرے تو وہ محبوبہ کے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پلوٹھا ہے فوقیت دے کر پلوٹھا نہ ٹھہرائے بلکہ وہ غیر محبوبہ کے بیٹے کو اپنے سب مال کا دونا حصہ دے کر اسے پلوٹھا مانے کیونکہ وہ اس کی قوت کی ابتدا ہے۔ اور پلوٹھے کا حق اسی کا ہے"

(استثناء ۲۱ عـ۱۵ تا ۱۷)

بعد والے تورات کے اس بیان کے مطابق بھی اسماعیل کی اولاد کا حق قائم ہے۔ پھر یہ لکھا ہے کہ ہاجرہ دوسری بیوی عرب کا کوہ سینا ہے اور عرب والی یروشلم یعنی مکہ آزاد ہے اور وہی ہماری اصل ماں ہے۔ لکھا ہے

"ابرہام کے دو بیٹے تھے ایک لونڈی سے دوسرا آزاد سے......"

ان باتوں میں تمثیل پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ عورتیں گویا دو عہد ہیں ایک کوہ سینا پر کا۔ جس سے غلام ہی غلام پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہاجرہ ہے۔ اور ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے۔ اور موجودہ یروشلم اس کا جواب ہے۔ کیونکہ وہ اپنے لڑکوں سمیت غلامی میں ہے۔ مگر عالم بالا کی یروشلم آزاد ہے اور وہی ہماری ماں ہے کیونکہ لکھا ہے کہ

اے بانجھ تو جس کے اولاد نہیں ہوتی خوشی منا تو جو دردِ زہ سے ناواقف ہے آواز بلند کر کے چلا کیونکہ بیکس چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہوگی۔ (گلتیوں ۴ عـ۲۲ تا ۲۷)

اس میں جس حوالہ کی طرف اشارہ ہے وہ یسعیاہ ۵۴ عـ۱ تا ۹ میں آتا ہے۔ وہاں سے عبارت مفصل ملاحظہ فرمائی جائے۔

حضرت اسحٰقؑ دوسرا بیٹا اسمٰعیل کے چودہ پندرہ برس بعد پیدا ہوا تھا۔ اس عرصہ میں حضرت اسماعیل جیسے پلوٹھا تھا ویسے ہی اکلوتا بھی تھا۔ اللہ نے آپ کے اس اکیلے بیٹے کی قربانی کا مطالبہ کیا کیونکہ اکیلے اور اکلوتے کا ذبح کرنا زیادہ بڑی قربانی ہے بہ نسبت دو لڑکوں کی موجودگی میں دوسرے کی قربانی کے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیلؑ کو قربانی کے لئے پیش فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر کے خوش ہو کر فرمایا:-

"چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا۔ اس لئے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند کر دوں گا...... اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میری بات مانی۔"

(پیدائش ۲۲ عـ۱۶ تا ۱۸)

موجودہ بائیبل میں ان باتوں کو اسماعیل کے نام سے ہٹانے اور اسحاق کے نام کے ساتھ لگانے کے لئے حد درجہ تحریف سے کام لیا گیا ہے اور اسماعیل کے متعلق ابدی عہد کے الفاظ "باندھتا ہوں" کی بجائے "باندھوں گا" کے الفاظ رکھ دئے گئے ہیں تاکہ وہ آئندہ اسحاق کے متعلق سمجھے جائیں اور اسحاق کے متعلق کہ میں اس کے ساتھ بھی عہد باندھوں گا۔ بھی سے بھی کا لفظ اڑا کر اس عہد کو اسحاق سے مخصوص کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ دوسری جگہ جہاں اسماعیل کو برکت دینے اور پھر نسل کو ملک کنعان دینے کا ذکر ہے وہاں دونوں جگہ اسماعیل کو بھی نسل قرار دیتے ہوئے اسے نسل میں شامل کرنے کے لئے بھی کا لفظ موجود ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی اس سے بنائی گئی ہے کہ تیری نسل کا نام اسحاق سے چلے گا۔ اس میں سے لفظ بھی نکال دیا گیا ہے۔ (تکوین ۲۱ عـ۱۲ تا ۱۳) لکھا ہے کہ

"اس لونڈی کے بیٹے سے بھی ایک قوم پیدا کروں گا اس لئے کہ وہ تیری نسل ہے۔" عـ۱۳

اور یہ کہ

"اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت..."

دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے۔ اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا"

(پیدائش ۱۷: ۲۰)

پس محرفین کی کوششیں باوجود تحریف کے ناکام ہو گئیں اور پیشگوئیوں کا اصل مدعا ان سے ظاہر ہے۔

بہر حال جس وقت اسماعیلؑ اکلوتا لڑکا تھا۔ اس وقت ہی خدا تعالیٰ نے پہلے اس کے متعلق ابدی عہد باندھا تھا۔ جیسا کہ بعد میں اسحاقؑ کے متعلق بھی یہ عہد باندھا کہ دونوں کی نسل سے انبیاء اور روحانی بادشاہ ہوں گے۔ اور دونوں کو ملک کنعان دیا جائے گا۔ چنانچہ اول حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے اللہ تعالیٰ نے یعقوب و یوسف کو کھڑا کیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر کھڑا کیا اور تورات شریعت دے کر بھیجا۔ اور اول بنی اسرائیل کی شاخ سے اپنا ابدی عہد پورا کیا۔ اس کے بعد اسماعیلؑ کی اولاد سے بھی اس عہد کا ایفاء ضروری تھا۔ جسے اس نے پورا کرنا تھا کیونکہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام تک ان میں سے کوئی نبی کھڑا نہ ہوا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلے خدا نے اس عہد کو بنی اسرائیل میں جاری کیا کیونکہ وہ عارضی تھا اور ایک وقت کے بعد ختم ہو جانے والا تھا۔ بنی اسرائیل میں پہلے نبی آنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ سرکش اور گستاخ قوم تھی۔ اور بار بار بت پرستی کی مرتکب ہوتی رہی۔ مگر اس کے مقابلہ میں بنی اسماعیل کے ذریعہ سے دنیا کی سب اقوام نے برکت حاصل کرنی اور ایک مرکز پر جمع ہونا تھا اور ان میں یہ سلسلہ بادشاہت مستقل رہنا تھا اس لئے اسے پیچھے رکھا۔ وہ بنی اسرائیل کی طرح نہ تو باغی تھے اور نہ سرکش۔ اور نہ ہی بت پرستی کا شکار تھے۔ ہاں جب ان میں بت پرستی آگئی اور سارا ملک و قوم اس میں گرفتار ہو گئی تو اللہ نے پھر ان میں نبی کھڑا کر دیا۔ اور یہ اس وقت ہوا جب کہ ان کے اندرونی بگاڑ انتہا کو پہنچ گئے۔ زور کے وقت بنی اسرائیل نے بھی خدا تعالیٰ کی آواز و کلام سننے سے انکار کر دیا۔ جس کا ذکر خدا تعالیٰ نے کر کے بنی اسماعیل میں سے نبی بھیجنے کا وعدہ دیا اور فرمایا کہ

"وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔"

(استثناء باب ۱۸ آیت ۱۷ تا ۱۹)

یہ عہد عربوں یعنی بنی اسماعیل کے لئے تھا

زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ پیشگوئی فرمائی

"جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔"

(زبور ۱۱۸ آیت ۲۲ تا ۲۳)

دانی ایل میں ہے:-

"ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا۔ اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا.... اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو توڑا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین پر پھیل گیا۔"

(دانی ایل ۲: ۳۴-۳۵)

زبور میں ہے:-

"خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ۔ اے سب اہل زمین ..... قوموں میں اس کے جلال کا سب لوگوں میں اس کے عجائب کا بیان کرو"

(زبور ۹۶ آیت ۱ تا ۳)

استثناء ۳۳ آیت ۲ میں لکھا ہے:-

"خداوند سینا سے آیا"
"وہ شعیر سے ان پر آشکارا ہوا"
"وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشیں شریعت تھی"

اس میں حضرت موسیٰ پر خدا تعالیٰ کی تجلی اور اسی طرح حضرت عیسیٰ پر تجلی کے ذکر کے ساتھ اس کی فاران والی تجلی کا ذکر ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ آنے والا آتشیں شریعت لائے گا۔ اور اس کے ساتھ دس ہزار قدوسی ہوں گے اور وہ فاران سے جلوہ گر ہوگا۔ یہ پیشگوئی بانی اسلام علیہ السلام کے ذریعہ سے پوری ہوئی جو عربوں میں سے تھے اور مکہ سے نکالے جانے کے بعد واپس فاتح ہو کر دس ہزار پاک لوگوں کے ساتھ آئے جو ہر قسم کی بت پرستی وغیرہ سے پاک ہو چکے تھے۔

مگر مسیحی علماء نے جو بائیبل میں تحریف و تغییر کے وجود سے انکار کیا کرتے ہیں اس کی دس ہزار قدوسیوں والی علامت و خصوصیت و امتیاز کو یکسر بدل دیا ہے ان کا اسے تبدیل کرنا بتاتا ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ بائبل کی کوئی بات آپؐ پر چسپاں ہو اور نبوت کے انتقال و آپؐ کی نبوت کا ثبوت بن سکے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ دراصل ان کے دل اندر سے آپؐ کی صداقت کو بھانپ رہے تھے۔ اس لئے اسے بدل دینا ضروری سمجھا مگر یہ بدل دینا بھی ان کو ملزم و مجرم گردانتا ہے۔ یہ ہے مسیحی علماء کی خدا ترسی و روحانی حالت۔

حضرت سلیمان اپنے محبوب کا وصف و نام اور اس کے ساتھیوں کی تعداد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا منہ ازبس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا محمدیم ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب یہ ہے میرا پیارا ...... کون ہے جس کا ظہور صبح کی مانند ہے۔ جو حسین ماہتاب اور نورانی آفتاب اور علم دار لشکر کی مانند مہیب ہے"

(غزل الغزلات ۵: ۱۶ و باب ۶ آیت ۱۰)

محمد نام کا ترجمہ محبوب یا عشق انگیز کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ترجمہ ہی کرنا ضروری تھا تو اصل لکھنے کے بعد کیا جاتا۔ جیسا کہ متی کی انجیل میں عمانوئیل نام لکھ کر بعد میں ترجمہ یہ دیا گیا ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہاں عمانوئیل کا لفظ نہیں اڑایا گیا تو یہاں محمد کا نام کیوں اڑا دیا گیا ہے

حبقوق میں ہے:-

"خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی ...... وبا اس کے آگے آگے چلتی ہے۔ اس کی راہیں ازلی ہیں"

(حبقوق ۳ آیت ۳ تا ۶)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی رہائش دشت فاران میں تھی (جہاں سے اس نبی نے ظاہر ہونا تھا) لکھا ہے

"خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا۔"

(پیدائش ۲۱ آیت ۲۰)

یہ حوالے بتاتے ہیں کہ آنے والا بجائے کنعان کے کوہ فاران سے جلوہ گر ہونے والا تھا۔

دانی ایل نبی نے ایک آنے والے نبی کا ذکر کیا ہے اور اس کے آنے کا وقت معین طور پر بتایا ہے چونکہ آنے والا مثیل مسیح بھی ہوگا اس لئے انہوں نے اسے مقتول مسیح کے نام سے یاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بتایا کہ

"تو غور کر اور رویا کو سمجھ لے۔ تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لئے ستر ہفتے مقرر کئے گئے ہیں کہ خطاکاری اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے۔ بدکرداری کا کفارہ دیا جائے۔ ابدی راستبازی قائم ہو۔ رویا و نبوت پر مہر ہو اور پاک ترین مقام ممسوح کیا جائے۔ پس تو معلوم کر اور سمجھ لے کہ یروشلم کی بحالی اور تعمیر کا حکم صادر ہونے سے ممسوح فرمانروا تک سات ہفتے اور باسٹھ ہفتے ہوں گے تب پھر بازار تعمیر کئے جائیں گے اور فصیل بنائی جائے گی۔ مگر مصیبت کے ایام میں۔ اور باسٹھ ہفتوں کے بعد وہ ممسوح قتل کیا جائے گا۔"

(دانی ایل ۹: ۲۴ تا ۲۶)

چونکہ مسیح علیہ السلام بھی مقتول مسیح تھے اس لئے عیسائیوں نے اس میں کفارہ اور گناہ کے خاتمہ کا ذکر دیکھ کر اسے فوراً حضرت مسیح علیہ السلام پر چسپاں کر دیا۔ اور یہ نہ دیکھا کہ اس میں جو میعاد بتائی گئی ہے اس کا کوئی تعلق حضرت مسیح علیہ السلام سے نہیں۔ اور نہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

. . . .
. . . .
. . . .

حقیقت یہ ہے کہ اس حوالہ کا تعلق بجائے حضرت مسیح علیہ السلام کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے آپ کو مقتول ممسوح قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ کے ذریعہ سے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور بدکاریوں کا خاتمہ ہوگا۔ اور ابدی راستبازی قائم ہوگی۔ ایسا ہی رویا و نبوت پر مہر ہوگی۔ اور یہ دونوں چیزیں آئندہ آپ کی اطاعت و واسطہ و وسیلہ [illegible] تصدیق ہی کے ذریعہ سے [illegible] چنانچہ اس کے مطابق آپ کے ذریعہ سے یہ دونوں ایک طرف تو مہیا ہو گئیں اور دوسری طرف جاری ہو گئیں۔ یعنی مہر نبوت و ختم نبوت کی حقیقت ہے جیسے مسلمانوں نے [illegible] سمجھا اور سمجھ دیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا حالانکہ دوسری طرف وہ اسرائیلی مسیح کی انتظار میں ہیں جو کہ مہر نبوت کے خلاف ہے۔ کیا مغضوب بنی اسرائیل کا فرد کس طرح اس مہر کے بعد آ سکتا ہے

[illegible] (باقی آئندہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ——— اور ——— مسیح موعود

از مکرم مولوی منظور احمد صاحب گھنوکے کارکن نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان

چودہ سو سال قبل سرزمین عرب میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی بعثت ہوئی۔ خدا تعالےٰ نے اپنے پیارے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کے پیارے اور مبارک لقب سے ملقب فرمایا۔ گویا سید الانبیاء کی اطاعت اور کلی فرمانبرداری سے ہی اب انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے گزشتہ انبیاء بیشک براہ راست نبوت حاصل کرتے تھے لیکن اب نبی آخر زمان کی بعثت کے بعد ایسی نبوت کا دروازہ قطعی طور پر بند ہو گیا ہے۔ ہاں اب وہی نبوت یا نیابت کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے جو کامل اطاعت، کامل فرمانبرداری، کامل وفاشعاری اور محبت کاملہ کا پورا پورا حق ادا کرے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آپ کی اطاعت فرمانبرداری اور محبت کے اعلےٰ نمونے پیش کئے۔ خدا تعالےٰ نے ان کی قربانیوں کو قبول فرمایا اور انتہائی درجے کا اعلےٰ مقام عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے محبوب یزدانی نے اپنے پاک صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے فرمایا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ یعنی میرے صحابہ نے مجھ سے تو نور حاصل کیا ہے اور اپنے اندر اتنی استعداد پیدا کی ہیں کہ وہ دوسروں کو روشن و منور کر سکتے ہیں اب جو بھی ان کو مشعل راہ بنائے گا وہ اپنے آپ کو منور کر لے گا۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خود ہادی بن کر آئے تھے اپنی قوت قدسیہ سے اپنے ماننے والوں کو ہادی بنا دیا ناظرین کرام! نہ صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہادی ٹھہرایا بلکہ فرمانِ الٰہی کے مطابق امت مسلمہ کے ہزاروں افراد نے آپ کی اتباع کامل کے طفیل صدیق، شہید، صالح اور نبیوں کے رستے حاصل کئے جن پر اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ شاہد ناطق ہے۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خود تخت نبوت حاصل کیا بلکہ اپنی قوت قدسیہ سے نبی گر کی صفت کو اپنے اندر پیدا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اب مقام غور ہے کہ جس امت کے عالم کا مقام بنی اسرائیلی نبی کے ہم پایہ ہو

یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر ہے تو امت محمدیہ کے اولیاء اصفیاء اور مجدد دین کے مقام اور درجات کتنے بلند ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زمانے میں اپنی امت سے ایک موعود کی بار بار خبر دی ہے جو "مسیح موعود" کے نام سے ملقب ہے

پھر اسی موعود مسیح کی جماعت کے بارہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے کہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا پہلا حصہ باعث رحمت ہے یا آخری اور فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے کہ جس کے اول میں میں ہوں اور آخر میں مسیح موعود ہے اور فرمایا کہ موعود خداوند عالم کی طرف سے نبوت کے مقام پر فائز ہوگا۔ چنانچہ فرمودات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم عین اپنے وقت پر پوری آن بان، شان و شوکت سے پورے ہوئے اور حضرت سید الانبیاء والاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع اور حقیقی روحانی فرزند عین وقت پر مبعوث ہوا اور اپنی بعثت سے دنیا والوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ یہی وہ موعود مسیح ہے جو اس فانی فی اللہ کی اندھیری اور نہایت ہی تاریک راتوں کی منتظر دعاؤں کا شیریں اور دائمی ترو تازہ پھل ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود میں ظاہر ہوا جس کا صدیوں سے نہایت بےچینی کے ساتھ انتظار ہو رہا تھا۔

یہ وہ عظیم معجزہ ہے جو بجز ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔ یہ فخر ہمارے پیارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ حاصل کیا وہ بطفیل و صدقہ ہمارے سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہی حاصل کیا جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی فرمایا ہے

"میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسماعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریمؑ سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔"

(تجلیات الٰہیہ ص ۲۴-۲۵)

پھر فرمایا:۔

"خداوند کریم نے اسی رسول مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے۔ اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق و معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پر کر دیا ہے۔ بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بہ یمن متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

(براہین احمدیہ ص ۵۴۸ مطبوعہ ۱۸۸۴ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اردو کلام میں فرماتے ہیں ؎

سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بہ یمن متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ہیں"

(براہین احمدیہ ص ۵۴۸ ۔ مطبوعہ ۱۸۸۴ء)

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

پس اس نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم ترین کرامت "مسیح موعود" ہے جس نے حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے مطابق دین اسلام کو نئے سرے سے زندہ جاوید کر کے سربلندی عطا کی۔ اور مطابق ارشاد الٰہی ادیان باطلہ پر دین حق کو غالب کر دکھایا یہ معجزہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگرد کامل سے ظاہر ہوا لیکن منسوب آپ کی طرف ہی ہوا۔ کیا ہی خوب فرمایا حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ نے ؎

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے
احمد کو محمدؐ سے تم کیسے جدا سمجھے

پس مبارک ہیں وہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو کر غلبہ دین اسلام میں حصہ لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ازلی ابدی رحمتوں کے وارث بنتے ہیں

موصی صاحبان توجہ فرمائیں

دفتر ہذا کی طرف سے اپریل کے آخر میں تمام موصیوں کی خدمت میں

فارم اصل آمد

بھجوائے گئے تھے لیکن ابھی تک بہت سے موصیوں کی طرف سے فارم مکمل ہو کر واپس نہیں آئے جس کی وجہ سے ان کا سالانہ حساب تیار کر کے ان کی خدمت میں بھجوایا نہیں جا سکا۔

چونکہ سالانہ حساب تیار کرنے کا انحصار فارم اصل آمد پر ہوتا ہے اس لئے جن موصیوں کی طرف سے ابھی فارم واپس نہیں آئے ان سے درخواست ہے کہ وہ فارم جلد مکمل کر کے ارسال فرمائیں

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

توحیدِ کامل کا حقیقی علمبردار صلی اللہ علیہ وسلم

از مکرم مولوی غلام نبی صاحب نیاز مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ یادگیر

خالق و مخلوق کے تعلقات ظاہر کرنے اور مالکیت و ملوکیت کا فرق بتلانے کے لئے دنیا میں ہمیشہ ماموریں کا سلسلہ جاری رہا ہے دنیا کی مستند تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ملک و قوم میں مصلح ، ریفارمر اور پیغمبر ہوئے ہیں قرآن کریم میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

خدا تعالےٰ کے ان برگزیدوں نے اپنے اپنے وقتوں میں اور ضرورت زمانہ کے مطابق لوگوں کو بتایا کہ تمہارا ایک پیدا کرنے والا ہے جس نے تمہارے لئے زمین و آسمان اور ما فیہا کو مسخر کر دیا ہے لہٰذا تم اسی کی بزرگی کرو۔ چونکہ یہ پیغمبر ایک خاص قوم، خاص ملک اور خاص وقت کے لئے تھے اس لئے انہوں نے اس تعلیم کو بھی سادہ اور محدود طریق پر لوگوں کے سامنے رکھا۔ اسی لئے وہ قومیں جنہوں نے ان برگزیدہ اور مقدس ہستیوں سے توحید کا سبق سیکھا تھا مرور زمانہ کے باعث اس سبق کو بھلا بیٹھیں۔

رفتہ رفتہ جب دنیا میں ذرائع آمد و رفت میں ترقی ہوئی اور انسان ذہنی طور پر کمال کو پہنچ گیا تب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اس وقت دنیا کی ہر ایک قوم ہر ایک ملک اور ہر ایک بستی خدا سے منہ موڑ چکی تھی۔ لوگ خدائے واحد کی عبادت کرنے کی بجائے بت پرستی اور مختلف قسم کے مشرکانہ عقائد و رسومات ۔ اصنام پرستی ، دیوتا پرستی ، شجر پرستی ، حجر پرستی ، چرند اور پرند پرستی وغیرہ میں مبتلا تھے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دماغ کند اور خیالات پست ہو چکے تھے۔ آزادی ضمیر ، عقیدہ اور روحانیت نابود ہو چکی تھی۔ ہسٹری آف دی ورلڈ میں اسی تاریک ترین دور کا جن الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے ملاحظہ ہوں :-

"فارس میں زر ، زن ، زمین کے جھگڑے شائع تھے ۔ اخلاق انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا۔ آتش پرستی افضل ترین عبادت سمجھی جاتی تھی ہندوستان میں سنگ پرستی اور دیوتا پسندی کا زور و شور تھا۔ چاند سورج ، گنگا ، بندر ، ہاتھی ، شہد کی مکھی ، سانپ وغیرہ قابلِ تعظیم سمجھے جاتے تھے اور پتھر کے بتوں سے دعائیں مانگی جاتی تھیں ۔ لوگوں کا یقین تھا کہ خدا ان میں سمایا ہوا ہے۔ چین میں سلاطین پرستی نے رنگ جما رکھا تھا۔ بادشاہ وقت خدا سمجھا جاتا تھا۔ جب ایک بادشاہ کا انتقال ہو جاتا اور اس کا وارث تخت نشین ہوتا تھا تو لوگ یقین کر لیتے تھے کہ اب خدائی موجودہ بادشاہ کے ہاتھ آ گئی ہے۔ مصر میں یہودیت اور نصرانیت دست و گریبان ہو رہی تھیں مسئلہ تثلیث پر رنگ آمیزیاں کی جا رہی تھیں ۔ صدہا مختلف العقائد فرقے پیدا ہو گئے تھے ۔ مذہبی روایات کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔ مختلف فرقے ایک دوسرے کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے ۔ اور لڑتے جھگڑتے تھے"

یہ وہ خاکہ ہے جو باوجود مبہم ہونے کے ہمارے سامنے اس دور کی اخلاقی ، تمدنی اور مذہبی حالت کا نقشہ پیش کر رہا ہے یہ تمام برائیاں جہاں دیگر خطوں میں عمومیت کے ساتھ پائی جاتی تھیں وہاں عرب خصوصیت کے ساتھ ان کا گہوارہ بنا ہوا تھا چنانچہ لکھا گیا ہے کَانَ الرَّجُلُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اِذَا سَافَرَ حَمَلَ مَعَہٗ اَرْبَعَۃَ اَحْجَارٍ ثَلٰثَۃً لِقِدْرِہٖ وَالرَّابِعَ یَعْبُدُہٗ یعنی عرب کے جہالت کا یہ حال تھا کہ کہیں مسافرت میں ہوں تو راستے سے اٹھا لیتے تھے تین پتھروں سے چولہا بنا لیا اور چوتھے کو معبود بنا لیا۔ (روح البیان)

اسی طرح تاریخ ابن اثیر میں ... زمانہ جاہلیت میں عرب کی یہ حالت ... جب کسی پتھر کو پوجتے پوجتے ... جاتے تھے تو پھر کسی ... معبود ... میں پھرتے اور جب خوبصورت ... پتھر ... تو پہلے معبود کو پھینک دیتے اور ... معبود کی پرستش کرنے لگ جاتے تھے۔

حد یہ کہ خانہ کعبہ جس کی بنیاد ہی توحید باری تعالےٰ پر رکھی گئی تھی اس میں بھی بعثت نبوی سے قبل تین سو ساٹھ بت تھے ۔ توحید خالص کا نام و نشان نہ ملتا تھا اور بحر و بر انسانی جہالتوں سے تنگ آ گئے تھے۔

الغرض جب اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس قدر گمراہیاں پھیل گئیں اور نورِ حقانیت باطل کی تاریکیوں سے ماند پڑ گیا تو رحمت الٰہی جوش میں آئی اور اس نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے مبعوث فرمایا۔ ہاں وہ خدا کا حبیب جو بعثت سے پہلے بھی مشرکوں ، بت پرستوں اور بد عقیدوں میں رہتا ہوا ہر قسم کے کفر اور شرک کی آلائشوں سے پاک رہا اور بقول ڈاکٹر اسپرنگر "جس کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا جس کو نکلتے ہوئے آفتاب اور برستے ہوئے پانی اور اگتی ہوئی روئیدگی میں خدا کا ہی دست قدرت نظر آتا تھا اور غرش رعد و آواز آب اور طیور کے نغمہ حمد الٰہی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی اور سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے کھنڈروں میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے اور اس کی سطوت و جبروت کے جلوے نظر آیا کرتے تھے"

(لائف آف محمدؐ مصنفہ ڈاکٹر اسپرنگر صفحہ ۸۹)

ہاں وہ حبیب پاک ، جس کے متعلق خود اس کے مخالف بھی کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ ۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے عاشق ہیں ۔

آپ نے خدا تعالےٰ سے حکم پا کر ظلمت و جہالت ، شرک و بت پرستی اور بدعت و گمراہی کی دلدلوں میں پھنسی ہوئی دنیا کو نجات دلانے کے لئے کمر ہمت کس لی ۔ اور باطل پرستی کے لشکروں کو شکست دی اور بت پرستی کے خیالات جو دماغوں میں راسخ ہو گئے تھے ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اعلان کر دیا کہ انسان اس لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے کہ وہ پتھروں ، درختوں اور دوسرے عناصر کی پوجا کرے ۔ بلکہ اس کی فطرت میں اس بات کی استعداد رکھی گئی ہے کہ وہ علم و عقل سے کام لے کر معبود حقیقی کو پہچانے اور تمام معبودانِ باطلہ سے بیزار ہو کر خدائے واحد کے سامنے سر جھکائے ۔ اور صرف اسی کی عبادت کرے وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا یعنی اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ ۔

آپ جب عرب میں جلوہ افروز ہوئے اسی وقت سے علی الاعلان توحید کی تبلیغ اور شرک کی مذمت کی ۔ اللہ کے ماسوا تمام معبودوں کو باطل کہا اور ان کے ماننے والوں کو آگاہ فرمایا کہ اے غافلو ! کس غفلت میں پڑے ہو سنبھلو اور ہوش سے کام لو ۔ اشرف المخلوقات ہو کر کیوں اپنے سے کم درجہ کی مخلوق کے سامنے جھکتے اور اس کی عبادت کرتے ہو آپؐ نے بتایا کہ یہ تمام اشیاء تو تمہاری خدمت کے لئے خالق حقیقی نے پیدا کی ہیں سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ یعنی تمام وہ چیزیں جو زمینوں اور آسمانوں میں ہیں یہ تمہارے مفت کے خادم ہیں ۔ پس مخدوم ہو کر خادم کی کیوں عبادت کرتے ہو ۔ تم تو معزز و مکرم ہو ۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ۔ یعنی ہم نے بنی آدم کو تمام مخلوق پر اشرف اور ممتاز بنایا ہے ۔ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ کہ لوگو تم سورج یا چاند یا کسی اور مخلوق چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو تم اسی بالا ہستی کی عبادت کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔

اسی قسم کے اور بہت سے دلائل کے ذریعہ آپؐ نے اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا کہ اس عالم کا ایک صانع ہے جو علم و قدرت وغیرہ اعلےٰ صفات سے متصف ہے اور مخلوقات میں سے کوئی شے اس کے مشابہ نہیں

غرض آپؐ جو پیغام لائے اس سے ہر قسم کے شرک کی بیخ کنی کر دی اور باطل عقیدوں اور غلط خیالات کی وجہ سے جس قدر توہمات انسانی عقول پر چھائے ہوئے تھے ان کو دور کیا ۔ نیز انسان کی قدر و قیمت ، عزت و عظمت کو صحیح رنگ میں دنیا کے سامنے رکھا اور ہر شخص کو اسی مطمحِ نظر کو اپنانے کی دعوت دی کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی میری نماز اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا خدا ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے ۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے فرمانبرداروں میں سے پہلا ہوں

توحید کامل کو لوگوں کے دلوں میں قائم کرنے میں میرے سید و آقا کو ایسی واضح کامیابی اللہ تعالےٰ نے بخشی کہ مخالفین کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ

"بے شک یہ ایسی نمایاں اور عظیم الشان کامیابی تھی جو آج تک کبھی بڑے سے بڑے مصلح اور ریفارمر کو بھی نصیب نہ ہوئی"

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا) اللھم صل علی محمد و آل محمد

اداریہ .... بقیہ صفحہ نمبر ۲

اس تلوار سے بے خبر ہے جو اخلاق کی تلوار تھی جو براہِ راست دِلوں پہ وار کرتی اور انسان کو ہمیشہ کا غلام بنالیتی ہے !! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔

—(۶)—

شدید صدمات کے وقت بعض اوقات ایک انسان جذبات کی رَو میں بہہ جاتا ہے اور جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ قبرستان تشریف لے گئے اور دیکھا کہ ایک عورت اپنے بیٹے کی قبر پر بیٹھی واویلا کر رہی ہے آگے بڑھ کر حضورؐ نے فرمایا مائی صبر سے کام لو۔ اُس نے نادانی سے کہا جس طرح میرا بیٹا مرا ہے اگر تیرا بیٹا بھی مرتا تو تمہیں معلوم ہوتا کہ صبر کیا چیز ہے۔ آپؐ نے نہایت درجہ ضبط سے کام لیتے ہوئے بس یہی فرمایا ایک نہیں میرے تو سات بچے فوت ہو چکے ہیں —!! اور وہاں سے آگے چل دیئے —— !! یہ ہے اصل صبر جس کے ساتھ کوئی جزع فزع نہیں۔ اور جس کا کامل نمونہ آپ کی عملی زندگی میں پایا گیا۔

—(۷)—

معاہدات کی پابندی بھی اخلاقِ فاضلہ کا درخشندہ باب ہے۔ یہ نہیں کہ فائدہ ہُوا تو معاہدات پر جمے رہے اور اگر کبھی نقصان کا پہلو نظر آیا تو معاہدات کو پسِ پشت ڈال دیا اور اُن کی چنداں وقعت نہ دی۔ حضورؐ نے معاہدات پر سختی سے عمل پیرا ہو کر بےنظیر نمونہ دکھایا چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقعہ کی بات اس کی ایک روشن مثال ہے۔ ۶ھ ہجری میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ حضورؐ سنہ ۶ھ میں ایک رؤیا کی بناء پر ۱۴۰۰ صحابہ کے ساتھ عمرہ کی غرض سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حدیبیہ کے مقام پر کفارِ مکہ نے آپؐ کو آگے جانے سے روک دیا۔ کافی تکرار اور بحث و تمحیص کے بعد صلح نامہ لکھا جانے لگا۔ کفار کی طرف سے اس میں ایک شرط یہ بھی رکھی گئی کہ :-

"اگر قریش میں سے کوئی شخص بِلا اجازت اپنے ولی کے مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو قریش کی طرف واپس کیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس آجائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔"

قریشِ مکہ کی طرف سے اُس وقت سُہیل ابن عمر نمائندگی کر رہے تھے۔ اتفاق ایسا ہُوا کہ ابھی معاہدہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ خود سُہیل کا بیٹا ابوجندل جو مسلمان ہو گیا تھا اور اس جرم میں قید کر لیا گیا تھا کسی طرح بھاگ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچ گیا اور اپنے تازہ زخموں کے نشانات دکھا کر کہنے لگا کہ مجھے مکہ میں بہت تکلیف ہے مَیں درخواست کرتا ہوں کہ مجھے مدینہ ساتھ چلنے کی اجازت دیدی جائے۔ اس پر سُہیل نے کہا عہد نامہ کی ایک شرط کے مطابق آپ اسے نہیں لے جا سکتے۔ آپ نے بہتیرا سمجھایا کہ ابھی عہد نامہ لکھا جا رہا ہے، اس کو مستثنیٰ کر دو۔ مگر اُس نے ایک نہ مانی۔ اور بالآخر معاہدہ کے بعد ابوجندل کو وہیں سے مارتا ہُوا مکہ کی طرف لے چلا۔

باوجودیکہ تمام مسلمانوں کو اور خود آپؐ کو اس دردناک واقعہ سے سخت تکلیف ہوئی لیکن چونکہ معاہدہ کی بات تھی اسلئے حضورؐ نے اس پر قائم رہ کر اس کا عملی ثبوت پیش فرمایا —— !!

—(۸)—

خاص حالات میں انصاف پر قائم رہنا ایک بڑی اخلاقی قوت ہے۔ ایسے مواقع پر لوگ بالعموم سخت ٹھوکر کھاتے اور جذبات کی رَو میں بہہ جاتے ہیں۔ بعثتِ نبویؐ کے وقت نہ صرف عرب میں بلکہ اس زمانہ کے متمدن ملکوں تک میں یہ مرض پایا جاتا ہے کہ بڑے لوگوں کو سزا دیتے وقت جھجکتے ہیں اور غریبوں کو سزا دینے میں کسی کو تامل نہیں ہوتا —— مگر ایسے تمام مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقِ فاضلہ کا بےنظیر نمونہ پیش فرمایا —— ایک دفعہ ایک بہت بڑے خاندان کی کسی عورت نے کسی دُوسرے کا مال چرا لیا تھا۔ اس کا مقدمہ حضورؐ کے پاس آیا۔ جب حقیقت کھل گئی اور اس عورت کا جُرم ثابت ہو گیا تو لوگوں میں بڑا ہیجان پیدا ہُوا۔ کہ اس طرح معزز خاندان کی ہتک ہو گی، لوگوں نے اُسامہ ابن زید (جو حضورؐ کے نہایت چہیتے تھے) کو سفارش کے لئے بھیجا۔ حضورؐ نے بات سُنی تو بہت خفا ہوئے اور فرمایا اُسامہ یہ کیا کہہ رہے ہو پہلی قومیں اسی طرح تباہ ہوئیں کہ بڑوں کا لحاظ کیا اور چھوٹوں پر ظلم توڑا۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا اور ساتھ ہی فرمایا "لَو اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا" (اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو مَیں اُس کے ہاتھ بھی کاٹ دُوں ۔) یہ ہے عظیم اخلاقی جرأت اور انصاف پسندی کا عملی نمونہ —— !!

—(۹)—

اسی سے ملتا جلتا جنگِ بدر کا واقعہ ہے۔ جبکہ جنگی قیدیوں کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ رسیوں سے باندھا گیا تھا اور اُن میں حضورؐ کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ جن کے کراہنے کی آواز حضور کو بےچین کر رہی تھی مگر انصاف کے تقاضہ سے خاموش تھے جب صحابہؓ نے عباس کی رسیاں ڈھیلی کرنے کی اجازت چاہی تو فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ یا تو سب قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دی جائیں۔ یا عباس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے —— !!

—(۱۰)—

حضورؐ کا بیٹا ابراہیم ۱½ سال کی عمر میں قضاءِ الٰہی سے بیمار ہو کر وفات پا گیا۔ اس کی وفات کا حضورؐ کو شدید صدمہ ہُوا۔ اس موقعہ پر حضورؐ نے فرمایا تھا کہ "اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَ الْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضَی الرَّبُّ" اتفاق کی بات ہے کہ اُن کی وفات کے ساتھ ہی سُورج کو گرہن لگا۔ بعض مسلمانوں نے سمجھا کہ شاید سورج کو بھی صدمہ ہُوا ہے اور یہ گرہن اس صدمہ کا اظہار ہے۔ جب حضورؐ کو اس کی خبر ہوئی تو حضورؐ نے ایک خصوصی تقریر فرمائی اور اصل حقیقت کو واضح فرماتے ہوئے اس غلط فہمی کا ازالہ فرمایا اور فرمایا "اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا تَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیٰوتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمْ ذٰلِکَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ بِالصَّلٰوۃِ" یعنی سورج اور چاند تو خدا کی قدرت کا ایک کرشمہ ہیں۔ اُن کا الگ نظام ہے۔ کسی کی موت یا زندگی کا اُن کے گرہن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ البتہ جب گرہن ہو تو خدا کے ذِکر اور نماز کی طرف متوجہ ہو جانا ضروری ہے —— اب دیکھو طہارتِ نفس کا کیا پاک نمونہ ہے۔ کیسی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ ہے۔ اگر آپ نعوذ باللہ جاہ پسند ہوتے اور بڑائی کے طلبگار ہوتے تو یہ ایک اچھا موقع تھا۔ لوگ خود سُورج گرہن کو آپ کے بیٹے کی طرف نسبت دے کر بیٹے کی وفات کے واقعہ کو عظمت دے رہے ہیں۔ آپ خوش ہوتے کہ یہ ایک اچھا موقعہ پیدا ہُوا۔ یا کم سے کم آپ اس کو سُن کر خاموش ہی رہتے —— مگر حضور کی اخلاقی جرأت و حق پسندی ملاحظہ ہو آپ کے نفس نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ لوگ اس طرح کی غلطی میں مبتلا رہیں اور آپ کو ناواجب طور کی بڑائی حاصل ہو —!! چنانچہ آپؐ اٹھتے ہیں اور پبلک طور پر اس غلط فہمی کا ازالہ فرماتے ہیں !!

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ	کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ	صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

یہ مت خیال فرمائیے

کہ آپ کو اپنی کار یا ٹرک کے لئے اپنے شہر سے کوئی پُرزہ نہیں مل سکتا۔ اور یہ پُرزہ نایاب ہو چکا ہے۔ آپ فوری طور پر ہمیں لکھئے یا فون یا ٹیلیگرام کے ذریعہ رابطہ پیدا کیجئے۔ کار اور ٹرک، پٹرول سے چلنے والے ہوں یا ڈیزل سے، ہمارے ہاں ہر قسم کے پُرزہ جات دستیاب ہو سکتے ہیں —— !!

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگو لین۔ کلکتہ —۱

AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1

تار کا پتہ "AUTOCENTRE" فون نمبرز 23—1652 23—5222

سپیشل گم بوٹ

جن کے آپ عرصہ سے متلاشی ہیں !

مختلف اقسام، دفاع۔ پولیس۔ ریلوے۔ فائر بریگیڈ۔ ہیوی انجینئرنگ۔ کیمیکل انڈسٹریز۔ مائنز۔ ڈیریز۔ بلڈنگ شاپس اور عام ضرورت کے لئے دستیاب ہو سکتی ہیں —!

گلوب ربر انڈسٹریز

آفس و فیکٹری
۱۰- پرسنو رام سرکار لین کلکتہ ۱۵
فون نمبر 24 — 3272

تار کا پتہ
گلوب ایکسپورٹ

شو روم
۱/۳۱ ربر چیت پور روڈ کلکتہ ۱
فون نمبر 34 — 0401

درخواست دعا:- میری اہلیہ صاحبہ ڈیڑھ ماہ سے بیمار ہیں اور ۱۵ روز سے کلکتہ کے بڑے ہسپتال میں داخل ہیں ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے درخواست دعا ہے۔ خاکسار محمد احمد سیکرٹری مال ...

REGD. No. P. 67 PHONE NO.

The Weekly Badr Qadian

SEERAT-UN-NABI NUMBER

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم غیروں کی نظر میں

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں غیر مسلم معززین و محققین کی چند آراء

مسز اینی بیسنٹ: نے ایک فاضلانہ لیکچر دیتے ہوئے اعتراف کیا کہ ـــ "ایک ایسے شخص کے لئے جو حامل کتاب آسمانی ہو یہ آسان امر ہے جو آپ کو نہیں جانتا۔ جو آپ کو صرف پلیٹ فارم پر ہی دیکھتا ہے۔ جو آپ کی صرف لکھی لکھائی تقریریں سنتا ہے۔ یا آپ کو بعض سوالات کا جواب دینے کی حالت میں دیکھتا ہے۔ لیکن اپنی بیوی، اپنی بیٹی اور اپنے داماد اور دیگر قریبی رشتہ داروں کی نظروں میں نبی بننا، یہ فی الحقیقت نبی بننا ہے۔ اور یہ ایک ایسی فتح ہے جو حضرت مسیح کو بھی نصیب نہیں ہوئی"

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول جلد اول صـ۲۳ـ)

لفٹنٹ کرنل ہر اسٹیکر: ـــ اپنی معروف تصنیف ہسٹری آف دی عرب میں لکھتے ہیں :-

"کوئی منصف مزاج شخص حضرت محمد (صلعم) کے حالات زندگی تحقیق کرنے کے بعد ان کی اولوالعزمی، اخلاقی جرأت، خلوص نیت، سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر انہیں صفات کے ساتھ استقلال و عزم اور معاملہ فہمی کی قابلیت کو نظر انداز نہیں کر سکتے"

(رسالہ نظام المشائخ جلد ۱۴۔ نمبر ۴ و ۵)

مسٹر باسورتھ سمتھ: اپنی تصنیف محمد اینڈ محمڈن ازم میں رقمطراز ہیں :-

"اگر یہ پوچھا جائے کہ افریقہ بلکہ کل دنیا کو مسیحی مذہب نے زیادہ فائدہ پہنچایا ہے یا اسلام نے؟ تو جواب میں کہنا پڑے گا کہ اسلام نے! آہ! محمد کو اگر قریش ہجرت سے پہلے خدانخواستہ قتل کر ڈالتے تو ۔ ۔ ۔ ۔ انسان گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے۔ جب ہم محمد (صلعم) کی جملہ صفات اور تمام کارناموں پر انصاف کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں تو ان کی صداقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اور آپ دنیا کے راہبروں میں سب سے برتر ثابت ہوتے ہیں"

شریمتی سروجنی نائیڈو: نے گیا کانگریس کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے باآواز بلند یہ اعلان کیا کہ :-

"(عرب) جہاں خدا نے ایک اونٹ والے کو پیغام بھیجا اور وہ تعلیمات دیں جو جمہوریت کا سرچشمہ کہی جا سکتی ہیں۔ ان کے متعلق صحیح طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو مساوات اور اخوت کے ایک رشتہ میں جکڑ دیا۔ اور وہ واقعی طور پر بہترین تعلیمات تھیں" (اخبار مدینہ ۵ر نومبر ۱۹۲۴ء صـ۲ـ)

سر ولیم میور: اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں حضور پر نور کا حلیۂ مبارک بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے :-

"آپ کا سردارانہ رنگ ڈھنگ، ایک اجنبی شخص کے دل میں کچھ ایسا رعب پیدا کر دیتا ہے جو الفاظ میں نہیں بیان کیا جا سکتا۔ لیکن جب اسے قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملتا اور وہ آپ سے واقف ہو جاتا تھا تو اس کے دل میں بجائے ڈر اور خوف کے عقیدہ اور محبت کے جذبات پیدا ہو جاتے تھے"

نامور روسی فاضل کاؤنٹ ٹالسٹائی: اپنی تصنیف "برین آف اسلام" میں تحریر کرتے ہیں :-

"حضرت محمد (صلعم) ایک اولوالعزم اور مقدس ریفارمر تھے۔ انہوں نے صدیوں کے گمراہوں کو بڑی جدوجہد کر کے سیدھا راستہ دکھلایا اور خدا پرستی کی تعلیم دی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ میں ایک ایسی برگزیدہ قوت تھی جو قوت بشری سے ہر طرح ارفع و اعلیٰ تھی۔ جس نے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا"

لالہ لاجپت رائے: ایک موقعہ پر بیان کرتے ہیں کہ :-

"مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ میرے دل میں پیغمبر اسلام کے لئے نہایت عزت ہے۔ میری رائے میں ہادیان دین و رہبران بنی نوع انسان میں ان کا درجہ بہت اعلیٰ ہے" (پیغمبر عالم صـ۲۳۷ـ)

مہاتما گاندھی جی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنا تأثر ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں :-

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سادگی، انتہائی بےنفسی، عہد و مواثیق کا انتہائی احترام، اپنے رفقاء و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی، جرأت، بےخوفی، اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اپنے مقصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد، اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ یہ خصائص جو ہر مشکل اور ہر رکاوٹ کو اپنی ہمہ گیر رو میں بہا لے گئے" (مسلم راجپوت یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء)

مسٹر طامس کارلائل: لکھتے ہیں کہ :-

"یہ ژرف نگاہ شخص جو جنگلی ملک میں پیدا ہوا تھا اپنی، دل میں کھبا جانے والی سیاہ آنکھوں اور شگفتہ اور با اخلاق اور پُر غور طبیعت کے ساتھ بجائے جاہ طلبی کے کچھ ہی خیالات رکھتا تھا۔ وہ ایک ذی سکینت اور غیر معمولی طاقتوں والی روح تھا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا جو سوائے راستباز ہونے کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے" (اعجاز التنزیل صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶)

جارج برنارڈ شا: رقمطراز ہیں :-

"I must be called the serviour of Humanity. I believ that if a man like him were to assume the dictatorship of modern world, he would succeed in solving its problems in a way that would bring it the much needed peace and happiness."

یعنی "محمد کو انسانیت کا نجات دہندہ کہنا چاہیئے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس جیسے شخص کو اس زمانہ میں متمدن دنیا کی ڈکٹیٹرشپ سونپی جائے وہ اس کی بہت سی مشکلات کے حل کرنے میں ایسے طریق کار میں کامیاب ہو جائے گا"

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۹ر اپریل ۱۹۶۷ء)